

آنکھیں اب رشک طور رہتی ہیں یعنی محو حضور رہتی ہیں
نور سنت ہے جن کی قسمت میں بدعتیں ان سے دور رہتی ہیں

پاسبان مسلک اہلسنت والجماعت

دوماہی نورسنت کراچی مجلہ

شمارہ 7

کتابی سلسلہ

جلد 1

- * تکبیر شروع ہونے پر نمازی اور امام کب کھڑے ہوں.....!
- * نماز جنازہ کے بعد دعا بدعت ہے
- * شیعیت کا ترجمان کون؟
- * ملفوظات اعلیٰ حضرت کا جائزہ
- * تقویۃ الایمان پر ایک اعتراض کا جائزہ

مدیر
محمد علامہ اویہ قادری

انجمن دعوت اہل السنۃ والجماعۃ

شماره نمبر 8 انشاء اللہ تعالیٰ

خوشخبری

مناظرہ جھنگ نمبر

ہوگا جو تقریباً 150 صفحات پر مشتمل ہوگا جس میں

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید اور مولوی اشرف سیالوی بریلوی
کے مابین ہونے والے مناظرہ کی مکمل حقیقت بیان کی جائے گی

کہ

حقائق کیا ہیں.....؟ فتح مبین کس کی ہوئی.....؟

کون جیتا، کون ہارا.....؟ کس نے توبہ کی.....؟

اور اس کے علاوہ دیگر اہم معلومات کیلئے اپنی کاپی آج ہی بک کروائیں

قارئین اور ایجنٹ حضرات جلد رابطہ فرمائیں

قیمت - 100/-

ادارہ نور سنت

رابطہ: 0312-5860955

دوماہی نور سنت کراچی

پاسبان مسلک اہلسنت والجماعت

شمارہ نمبر 7

قیمت فی شمارہ: 25/-

سالانہ رزق تعاون 200/-

نور سنت انٹرنیٹ پر پڑھیے:

www.nooresunnat.tk

اہل السنۃ کا نمائندہ چینل یوٹیوب پر دیکھیے:

Youtube/rahesunnat

نوٹ: سالانہ نمبر شپ لینے والے جن حضرات کی مدت ختم ہو چکی ہے وہ جلد از جلد رابطہ فرمائیں، بصورت دیگر ادارہ رسالہ بھیجے سے معذرت خواہ ہوگا۔

رسالہ مستقل لگوانے کے لیے رابطہ کریں

0312-5860955

تاریخ اشاعت: دسمبر 2012ء

ناشر انجمن دعوت اہل السنۃ والجماعۃ

ادارے کا ہر مضمون نگار کی رائے سے بالکلے اتفاق ضروری نہیں

بیاد

فارس بریلیت

مولانا محمد منظور نعمانی

بدعا

امام اہل سنت

مولانا سرفراز خان صفدر

بطرز

قاری عبدالرشید

سیدنا ابوالحسن علیہ السلام

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
۱	قول قلندر (اداریہ)	3
۲	الاقامة والقيام للصلاة مع الامام مولانا فضل الرحمن صاحب دھرم کوٹی	5
۳	نماز جنازہ کے بعد دعا بدعت ہے حضرت مفتی محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ	23
۴	شیعیت کا ترجمان کون؟ حضرت مولانا ابویوب قادری صاحب	34
۵	ملفوظات اعلیٰ حضرت کا جائزہ (قسط ششم) محقق اسلام حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب	39
۶	جہالت عذاب ہے مولانا محمد اسماعیل محمد ابراہیم (قطر)	42
۷	تقویۃ الایمان پر ایک اعتراض کا جائزہ ساجد خان نقشبندی	44
۸	القواعد المفیدة لمعرفة البدعة (قسط سوم) مفتی ابوقادہ نقشبندی	57
۹	تبصرہ کتب (ادارہ)	61
۱۰	نقش محبت حضرت سید نفیس الحسنی صاحب	64

نور سنت مستقل گلوٹائی کیلئے رابطہ کریں: 0312-5860955

بریلویوں کے بارے میں ہر قسم کی معلومات کیلئے وزٹ کریں

www.RazaKhaniMazhab.com

نور سنت آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے وزٹ کریں

<http://www.nooresunnat.tk/>

بسم الله الرحمن الرحيم

اداریہ

دو خوشخبریاں

قول نمبر

ارادہ تو یہ تھا کہ یہی شمارہ مناظرہ جھنگ نمبر بنانا ہے۔ لیکن مشورہ یہ طے ہوا کہ اگلے شمارے کو ”مناظرہ جھنگ نمبر“ بنادیا جائے اور یہ شمارہ حسب معمول ہو۔ مناظرہ جھنگ جو کہ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور مولوی اشرف سیالوی بریلوی کے مابین ۲۷ اگست ۱۹۷۹ء میں ہوا تھا اور ایک سازش کے تحت مناظرے میں ثالث ان لوگوں کو چنا گیا جو جانب دار اور فریق مخالف سے اندرونی تعلق رکھنے والے اور حکومت کے دباؤ میں تھے۔ اس لئے آج تک بریلوی اپنے آپ کو فاتح قرار دے رہے ہیں، لیکن سچ کیا ہے؟ حقائق کیا کہتے ہیں؟ انصاف کا فیصلہ کیا ہے؟ کون جیتا؟ کون ہارا۔؟ اس کا فیصلہ آنے والے شمارہ نمبر ۸ کو پڑھ کر خود انصاف پسند قارئین ہی کریں گے اور انشاء اللہ شمارہ ۸ آپ کیلئے معلوماتی کورس ثابت ہوگا۔

اور ہاں کورس سے یاد آیا کہ اس دفعہ الحمد للہ انجمن دعوة اہل السنۃ والجماعۃ کے زیر اہتمام عید الاضحیٰ کی تعطیلات میں ۱۳ ذی الحجہ سے ۱۸ ذی الحجہ تک جامع مسجد الحبيب محمدی کالونی لیاقت آباد کراچی میں ”۶ روزہ گیارہواں تقابل ادیان کورس“ انعقاد پذیر ہوا جس میں مدارس، کالج، سکولز کے ۴۰۰ کے لگ بھگ طلباء اور علماء نے شرکت کی اور ۱۰۰ طلباء نے رہائش اختیار کی جن کے قیام و طعام کا تمام انتظام انجمن نے کیا اور آنے والے تمام طلباء کے اکرام و طعام کی ذمہ داری بھی انجمن نے نبھائی، جس پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ، 105,000 کے قریب اخراجات آئے جس کا تمام تر انتظام انجمن کے مخلص کارکنان نے کیا اور اس کیلئے

کسی بھی قسم کی چندہ مہم نہیں چلائی گئی۔ فالحمد للہ۔

کورس میں پڑھانے والے اساتذہ کرام:

- ۱۔ مناظر اہل السنۃ مولانا رب نواز حنفی مدظلہ العالی نائب امیر اہل السنۃ والجماعۃ۔
- ۲۔ استاذ العلماء فاتح رافضیت مولانا علی شیر رحمانی مدظلہ جامعہ حیدریہ خیرپور۔
- ۳۔ مناظر اسلام مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ العالی۔
- ۴۔ حضرت پیر جی سید مشتاق شاہ صاحب مدظلہ العالی گوجرانوالہ۔
- ۵۔ فاتح غیر مقلدیت مولانا علی اکبر صاحب مدظلہ العالی۔
- ۶۔ محترم ساجد خان نقشبندی صاحب مدظلہ العالی۔

حضرت قاری مولانا رب نواز حنفی صاحب نے بریلوی عقائد پر تفصیلی گفتگو کی جبکہ حضرت مولانا شیر علی رحمانی صاحب نے ردِ شیعیت اور ردِ غیر مقلدیت پڑھایا، مولانا علی اکبر صاحب نے مسئلہ رفع الیدین پر تفصیلی گفتگو کی جبکہ مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب نے بریلویت کی تاریخ، عبارات اکابر، اور عبارات بریلویہ پر درس دیا، مفتی صاحب کو کورس میں سب سے زیادہ اسباق پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت پیر جی مشتاق صاحب نے بریلوی دیوبندی تنازعہ پر تاریخی اعتبار سے روشنی ڈالی جبکہ محترم ساجد خان نقشبندی صاحب نے مسئلہ علمِ غیب پر اپنے مخصوص انداز میں تفصیلی گفتگو کی۔

کراچی کے خراب حالات اور بد امنی کے باوجود اس قدر کامیاب کورس کرانے پر ہم ادارہ نورِ سنت کی جانب سے تمام منتظمین اور طلباء اور قارئین نورِ سنت کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

تبکیر شروع ہونے پر نمازی اور امام کب کھڑے ہوں!.....!

الاقامة والقيام للصلوة مع الامام

مولانا فضل الرحمن صاحب دھرم کوٹی
افتتاح:- معترض نے حمد و صلوة کے بعد یہ بات بڑے زعم سے لکھی ہے۔ کہ اقامت سے قبل
کھڑے نہ ہونے پر قوی حدیث موجود ہے جبکہ اس کے برعکس پر فعلی حدیث ہے۔ اصول
علماء کے مطابق قوی حدیث زیادہ قوی ہوتی ہے۔

جواب ہمیں اس اصول سے کوئی اختلاف نہیں مگر سوال یہ ہے کہ اصل اختلافی مسئلہ اور
متنازع فیہ مسئلہ ہے کیا؟ اقامت سے قبل کھڑا ہونا تو سب کے نزدیک ممنوع ہے اس لیے
قوی یا فعلی حدیث لا کر اس پر فخر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس اصول کا اطلاق
ہمارے موقف پر ہوتا ہی نہیں اس لئے کہ ہم بھی کہتے ہیں کہ اقامت سے قبل جبکہ امام ابھی
اپنے حجرے سے برآمد نہ ہو تو کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا یہی تو وہ مسود ہے جس سے رسول
اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے یہ بحث بلا ضرورت ہے یا غلط بحث ہے۔ معترض نے
شروع میں جو دو احادیث نقل کی ہیں ان کے مشترکہ الفاظ:

“فلا تقو مواحتی تبرونی”

یعنی جب تک مجھے آتا ہوا دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہوا کرو۔

ان کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ یا امام کی آمد سے پہلے مقتدیوں کو کھڑے نہ ہونا
چاہئے کیونکہ ممکن ہے امام کسی دوسرے کام میں مشغول ہو اور اسے آنے میں دیر لگ جائے تو
مقتدیوں کو اتنی دیر کھڑے رکھنا بالکل غیر موزوں ہے اور شریعت کی عطا کردہ سہولت کے
خلاف ہے اس سے کھڑے ہونے اور کھڑے رہنے والے نمازیوں کے دلوں میں امام کے
خلاف جذبات ابھر سکتے ہیں اس لئے خروج امام سے پہلے نہ تو اقامت کہنی چاہئے اور نہ ہی
مقتدیوں کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا چاہئے آمناء و صدقنا ہم اس کو دل و جان سے تسلیم
کرتے ہیں مگر اس کا بھی اطلاق ہمارے اوپر نہیں ہوتا کیونکہ ہمارا یہ معمول ہی نہیں اس لئے
ان کے نقل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی یہ صرف رعب ڈالنے کیلئے لکھ دی گئی ہیں یا اپنی

حدیث دانی کا مظاہرہ ہے واللہ اعلم۔

ہم اپنے جواب کو احادیث سے شروع کر رہے ہیں اگر یہ اعتراض ہو کہ جواب فقہ سے نہیں حدیث سے دیا گیا ہے تو گزارش ہے کہ ہم نے یہ طرز آپ کے اتباع میں اختیار کیا ہے کیونکہ آپ نے بھی پہلے دو حدیثیں لکھی ہیں اس کے بعد فقہی دلائل تو

اے بادشاہیں ہم آوردہ تست

پھر ہم حنفی ضرور ہیں اور بڑے کٹر حنفی لیکن ہم حدیث رسول کے منکر ہرگز نہیں ہمارے امام امام الامہ کا زریں قول ہے کہ اذا صح الحدیث فهو المذہبی یعنی جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے تو احادیث سے جواب شروع کر کے ہم امام صاحب کی مخالفت نہیں بلکہ ان کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ واللہ علی ذالک۔

جمہور امت کا موقف عملی طور پر حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سب کا یہی عمل ہے کہ جب تکبیر شروع ہوتی ہے تو مقتدی اور امام اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں چنانچہ جن لوگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی ہے وہ مشاہدہ کر کے آئے ہیں کہ امام حرم جب مصلے پر آتا ہے اور تکبیر شروع ہوتی ہے تو کوئی بھی بیٹھا نہیں رہتا سب مقتدی اور امام بھی یکدم کھڑے ہو جاتے ہیں خواہ کسی کا مسلک کوئی بھی ہو معترض نے ان کے مسالک کے جو فقہی دلائل نقل کئے ہیں ان کے ظاہر پر سوائے بریلویوں کے کسی کا عمل نہیں۔

ہاں ہندو پاک کے چند لوگ ایسے بھی ہیں جو حرمین شریفین کی جماعت کھڑی ہونے پر لہریزوں میں گھس جاتے ہیں اور جماعت کے سلام کا انتظار کرتے رہتے ہیں، کہ سلام پھرے تو ہم نکل کر اپنی علیحدہ نماز پڑھیں کیونکہ ان کے خیال میں امام حرم کے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی ہم اسے ان کی بد نصیبی کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔

بریلویوں کا موقف یہ ہے کہ جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اقامت شروع ہونے کے باوجود بدستور بیٹھے رہیں۔ اور جو کھڑے ہیں وہ شروع اقامت پر بیٹھ جائیں پھر حسی علی الفلاح پر کھڑے ہوں اسی وجہ سے اگر ان کا امام تکبیر شروع ہونے پر مصلے پر آتا ہے تو وہ بھی آکر بیٹھ جاتا ہے پھر امام اور مقتدی جی علی الفلاح سن کر کھڑے ہوتے ہیں۔

حضرات اہلسنت دیوبند کا موقف جب امام اپنے حجرے سے برآمد ہو تو مقتدی اس کو دیکھ

کرفوراً کھڑے ہو جائیں تاکہ صف بندی صحیح ہو سکے اس معاملے میں امام کا مصلے تک پہنچنا بھی ضروری نہیں امام کو دیکھتے ہی تکبیر بھی شروع ہو جائے اور نمازی بھی کھڑے ہو جائیں۔ تو گویا مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا تعلق امام کی آمد سے ہے نہ کہ جسی علی الفلاح یا کسی اور کلمے سے۔

ہمارے موقف کے پراحادیث سے دلائل:

حدیث نمبر ۱:۔ عن جابر بن سمرة رضى الله عنه قال قال بلال رضى الله عنه اذا حضرت الشمس فلا يقيم حتى يخرج النبي ﷺ فاذا خرج اقام الصلوة حين يراه. (مسلم ج ۱، ص ۲۲۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (ظہر کی) اذان اس وقت کہتے تھے جب سورج ڈھل جاتا اور اس وقت تک تکبیر نہیں کہتے تھے جب تک نبی کریم ﷺ نکل کر تشریف نہیں لے آتے تھے پس جب آپ نکل آتے تو آپ کو دیکھتے ہی اقامت شروع کر دیتے۔

قاضی عیاض مالکی کی تشریح: قاضی صاحب نے شرح شفاء میں اس حدیث کا یہی مفہوم لکھا ہے ان کے الفاظ ہیں:

”ان بلا لا كان ير تقب خروج النبي ﷺ فاول ما يراه
يشرع في الاقامة قبل ان يراه غالب الناس ثم اذاراه
قاموا فلا يقوم مقامه حتى تعدل صفوفهم“۔

(زرقانی علی الموطا ج ۱ ص ۱۳۳)

ترجمہ: یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خروج کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ پس جب آپ کے وجود مسعود پر پہلی نظر پڑتی تو تکبیر شروع کر دیتے عام لوگوں کے دیکھنے سے پہلے پھر جب عام لوگ بھی دیکھ لیتے تو سبھی اٹھ کھڑے ہو جاتے اور حضور علیہ السلام کے اپنے مصلے پر آنے سے پہلے پہلے صفیں درست ہو جاتیں۔
توجہ:۔ ملاحظہ فرمائیں رسول اللہ ﷺ کے مصلائے امامت پر آنے سے بھی پہلے صفیں

درست ہو جاتی تھیں تو پھر حسی علی الفلاح تک بیٹھے رہنے کا کیا جواز ہے اور حضور علیہ السلام سے یہ کبھی ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ آپ مصلیٰ پر تشریف لا کر حسی علی الفلاح کے انتظار میں بیٹھ گئے ہوں من ادعیٰ فعلیہ البرہان۔ جس کو اس کا دعویٰ ہو وہ ثبوت پیش کرے مگر اس کا ثبوت وہ کبھی بھی پیش نہیں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حدیث نمبر ۲: عن ابن شہاب ان الناس كانوا ساعته يقوم المؤذن الله اكبر يقومون الي الصلوة فلا ياتي النبي ﷺ مقامه حتى تعتدل الصفوف۔

(رواہ عبد الرزق بحوالہ بذل المجہود ص ۳۰)

ترجمہ: جناب ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ تابعی سے روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہتا اسی وقت لوگ نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے تو نبی کریم ﷺ کے اپنے مقام (مصلیٰ) پر پہنچنے سے پہلے صفیں درست ہو جاتی تھیں۔

تشریح: دونوں حدیثوں کا مشترکہ مفاد یہی ہے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کو دیکھتے ہی اقامت شروع ہو جاتی اور اس کے ساتھ ہی لوگ کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کے اپنے مصلیٰ پر پہنچنے پہنچنے صفیں بالکل درست ہو جاتی تھیں تو اب فرمائیں حسی علی الفلاح تک بیٹھے رہنے کی گنجائش کہاں ہے؟ اور اگر کہیں کہ ہم ان حدیثوں کو نہیں مانتے ہم توفیق کو ماننے والے ہیں۔ تو میں عرض کروں گا حدیثوں کو نہ ماننا تو کفر ہوتا ہے۔ معاذ اللہ، رہا فقہ کو ماننا اور فقہ کے حوالے دینا تو میرے معترض صاحب! فقہ کو ہم آپ سے زیادہ مانتے ہیں لیکن آپ لوگ فقہی جزئیات کا مطلب نہیں سمجھتے تم نے ان کا مطلب ایسا لیا ہے جس سے حدیثوں کے ساتھ مخالفت لازم آتی ہے۔ مگر ہم ان کا ایسا مطلب لیتے ہیں جس سے حدیث اور فقہ دونوں میں موافقت ہو جاتی ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

توضیح:- واضح ہو کہ اس حدیث میں جو لفظ اللہ اکبر آتا ہے وہ تکبیر کا پہلا اللہ اکبر ہے۔ یعنی مؤذن کی زبان سے جب اللہ اکبر کا پہلا لفظ اللہ اکبر سنتے تو نمازی اسی وقت کھڑے ہو جاتے۔ اس پر دو قرینے حدیث میں موجود ہیں۔ ایک تو مؤذن کا لفظ ہے کہ جب وہ اللہ اکبر کہتا دوسرے یہ سارا معاملہ حضور علیہ السلام کے مصلائے امامت پر پہنچنے سے پہلے پہلے ہو جاتا تھا صفیں درست ہو جاتی تھیں ہر کوئی اپنے اپنے مقام پر سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا۔

پھر حضور مصلے پر تشریف لاتے اور صفوں کی درستگی کا مشاہدہ فرماتے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرمادیتے۔

فلا تقو مواحتی ترونی کی تشریح : حدیث قتادہ رضی اللہ عنہ میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ جب تک مجھے دیکھ نہ لیا کرو کھڑے نہ ہوا کرو (بخاری شریف ص: ۸۸، ج ۱، و مسلم شریف ص ۲۲۰، ج ۱) یہ ان لوگوں کو منع کیا ہے جو رسول ﷺ کے حجرہ شریفہ سے برآمد ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر آپ کی تشریف آوری کا انتظار کیا کرتے تھے جس کو معترض نے بھی شروع شروع میں نقل کیا ہے مگر اس کے مطلب میں ہیرا پھیری کی ہے۔

فلا تقو مواحتی ترونی کی دوسری تشریح : حضور اقدس علیہ السلام بن دیکھے کھڑے ہونے سے منع فرماتے ہیں۔ تو یہ لوگ جمعہ کے بعد صلوٰۃ والسلام بڑھتے وقت یا مجالس میلاد میں جو کھڑے ہو جاتے اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں اس لئے کھڑے ہو جاؤ تو اس وقت ان کو حضور علیہ السلام کا وجود مقدس نظر آتا ہے؟ یا صرف ایک مفروضے پر لوگوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ قوم کو چاہیے کہ اپنے ان مقتداؤں سے پوچھیں کہ جب تمہیں حضور علیہ السلام نظر نہیں آتے اور ہمیں بھی نظر نہیں آتے تو پھر یہ خواہ مخواہ ہمیں کھڑے ہونے کی زحمت کیوں دیتے ہو؟ اور قوم کی آنکھوں میں دھول کیوں جھونکتے ہو؟ اس وقت ان کا منظر ایسے ہوتا ہے جیسے سکول کے بچے پہاڑے کہلاتے وقت کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی طرف ہاتھ بڑھا بڑھا کر کوسنے دیتے ہیں۔ تو کیا ان کو بھی حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا احساس ہوتا ہے؟ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تمہیں بھی یقیناً نظر نہیں آتے مگر تم ایک بدعت کو رواج دینے سے باز نہیں آسکتے اور قوم کو اپنی شعبدہ بازی سے مرعوب کرنا ضروری سمجھتے ہو۔

حدیث نمبر ۳: عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فصف الناس صفو فہم ثم خرج علینا رسول اللہ ﷺ کما فی مسنخرج ابی نعیم، ولفظ عند مسلم اقیمت الصلوٰۃ فقمنا وعدلنا الصفوف قبل ان یخرج الینا رسول اللہ ﷺ فاتی فقام مقامہ او حتی اذا قام فی مصلاہ۔ مسلم ص ۲۲۰۔

ترجمہ: یعنی لوگوں نے اپنے صفیں درست کر لیں تو رسول ﷺ نکل کر ہمارے پاس آئے،

امام مسلم کے الفاظ میں، اقامت شروع ہوئی تو ہم اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہم تک پہنچنے سے پہلے پہلے صفیں درست کر لیں پھر آپ تشریف لائے اور اپنے مقام یعنی مصلائے امام پر کھڑے ہو گئے۔

تشریح: دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے قطعاً نہیں فرمایا کہ اقامت شروع ہوتے ہی تم کیوں کھڑے ہو گئے تمہیں توحی علی الفلاح کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ پھر کھڑے ہوتے اور جب میں آکر مصلا پر بیٹھ جاتا اور حی علی الفلاح کا لفظ آجاتا تو پھر میں اور تم سب کھڑے ہو جاتے اس کی بجائے ہوا کیا؟ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عام لوگوں کے دیکھنے سے پہلے جب آپ کو حجرہ شریف سے برآمد ہوتے دیکھا تو اقامت شروع کر دی اور لوگوں نے بھی کھڑے ہو کر صفیں درست کر لیں پھر رسول اللہ ﷺ ہم تک پہنچے اور اپنے مصلا پر قیام فرما ہوئے۔

تو کیا معترض صاحب کے سارے دعوے ہوا نہیں ہو گئے؟ اور کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہو گیا کہ معترض نے فقہی جزئیات کا جو مطلب سمجھا ہے اور جس پر وہ زور دے کر اسے سنت کا معیار بنا رہا ہے وہ کلی طور پر غلط ہے؟ اور اس کا صحیح مطلب ہم آگے بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حدیث نمبر ۴:۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال اقیمت الصلوۃ وصف الناس صفوفہم و خرج رسول اللہ ﷺ فقام بمقامہ الی مصلا بہم۔

(مسلم ص ۲۲۰، ج ۱)

دیکھئے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر شروع ہوتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر اپنی صفیں بنا لیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی مصلا پر تشریف لا کر بیٹھے نہیں تھے کھڑے کھڑے صفوں کا معائنہ فرماتے اور نماز شروع کر دیتے ان الفاظ سے آگے اسی حدیث میں ایک دوسرا موضوع ہے جو ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے اس لئے ہم اس کا ذکر نہیں کرتے۔

حدیث نمبر ۵:۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان الصلوۃ کانت تقام لرسول اللہ ﷺ فیاخذ الناس مصافہم قبل ان یقوم النبی ﷺ بمقامہ۔

(مسلم شریف ص ۲۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے اقامت کہی

جاتی تو لوگ صفوں میں اپنی جگہ پہ کھڑے ہو جاتے رسول اللہ ﷺ کے اپنے مقام (مصلیٰ) پر کھڑے ہونے سے پہلے پہلے۔

تشریح: اس حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر تکبیر شروع کی جاتی اور ساتھ ہی لوگ صفوں میں کھڑے ہو جاتے اور یہ دونوں کام رسول اللہ ﷺ کے مصلائے امامت پر پہنچنے سے پہلے پہلے مکمل ہو جاتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ مصلیٰ پر تشریف لا کر کھڑے کھڑے معائنہ کر کے نماز شروع فرمادیتے۔

حدیث نمبر ۶: عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یسوی صفوفنا اذا قمنا الى الصلوة فاذا استويتا کبر رواہ ابوداؤد۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں درست کرتے تھے اور جب ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دیتے تھے۔

یہ حدیث بھی اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے کہ اقامت سکر جب لوگ کھڑے ہو جاتے تو رسول اللہ ﷺ صفوں کی درستگی فرماتے اور جب محسوس کرتے کہ صفیں بالکل سیدھی ہو گئی ہیں تو اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرمادیتے۔
خلفائے راشدین کا معمول

روی عن عمر رضی اللہ عنہ ان کان ہو کل رجالاً باقامة الصفوف فلا یکبر حتی ینخبر ان الصفوف قد استوت اخرجه الترمذی قال وروی عن علی رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ انهما کانا یتعاهدا ان ذالک . ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ صفوں کو درست کرنے کیلئے کچھ لوگوں کو متعین کر دیتے اور صفوں کے درست ہونے کی اطلاع سے پہلے تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے اور راوی کہتا ہے کہ حضرات علی و عثمان رضی اللہ عنہما جمعین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے تین خلفاء راشدین کا معمول سامنے آیا کہ جب تک انہیں یہ معلوم نہیں ہو جاتا تھا کہ صفیں بالکل درست ہو گئی ہیں یعنی صفیں سیدھی بھی ہو گئی ہیں اور ان کے درمیان میں فرقہ (خلا) بھی کوئی نہیں ہے اس وقت تک وہ وہ تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے۔

ظاہر ہے اس میں کافی وقت لگتا ہوگا تو اگر حسی علی الفلاح پر کھڑے ہوں اور ختم تکبیر پر اللہ اکبر کہیں تو اتنے مختصر وقت میں نہ صفیں درست ہو سکتی ہیں نہ وکیلان تعدیل واپس آ کر اطلاع دے سکتے ہیں اس لئے لازماً وہ شروع تکبیر پر کھڑے ہوتے ہوں گے اور حسی علی الفلاح پر آ کر اطلاع دیتے ہوں گے اطلاع یابی کے بعد آپ تکبیر تحریمہ کہہ دیتے ہوں گے بصورت دیگر یہ سارے کام ممکن نہیں ہوتے ہیں۔

ایک لطیفہ:۔ ہمارا موقف یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ یا ان کے قائم مقام امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاؤ تا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے نائبین کے اکرام کے تقاضے پورے ہو جائیں مگر معترض پارٹی کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یا امام آتا رہا تو آتا رہے ہم ان کیلئے کھڑے نہیں ہوں گے بلکہ جی علی الفلاح کیلئے کھڑے ہوں گے۔ گویا یہ لفظ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے زیادہ قابل تعظیم ہے اس صورت میں آپ فیصلہ کریں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنے والے ہم حضرات دیوبند ہیں یا یہ نام نہاد عشاقان رسول جو جی علی الفلاح کیلئے تو کھڑے ہوتے ہیں مگر رسول اللہ کے لئے نہیں۔

قد قامت الصلوٰۃ کی تشریح:۔ قد قامت الصلوٰۃ کا مطلب یہ خبر دینا ہے کہ نماز کھڑی ہو گئی ہے یعنی نمازی نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اگر حسی علی الفلاح تک بیٹھے ہی رہنا ہے تو اس کے معاً بعد یہ خبر دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ نمازی نماز کیلئے کھڑے ہو گئے ہیں بلکہ ایسی صورت میں تو یہ امر دینا زیادہ مناسب تھا کہ قوموا الی الصلوٰۃ کہ نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ مگر یہاں امر کے بجائے ماضی کا صیغہ لا کر یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نمازی تو شروع اقامت ہی سے کھڑے ہو چکے ہیں اب ان کے قیام کر خبر دی جا رہی ہے اس لئے امام صاحب اب نماز شروع فرمائیں۔

اقامت کا مطلب: لفظ اقامت کا معنی ہے کھڑا کرنا یعنی لوگوں کو کھڑے کرنے کیلئے الفاظ اقامت کہے جاتے ہیں اور اگر لوگوں نے تکبیر کے الفاظ سننے کے باوجود کھڑے ہونا ہی نہیں اور انہیں تو بہر حال جی علی الفلاح پر کھڑے ہونا ہے پھر تو الفاظ اقامت پکارنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ایسی صورت میں تو جماعت کو کھڑا کرنے کیلئے صرف لفظ حسی علی الصلوٰۃ یا حسی علی الفلاح کہہ دینا چاہئے تاکہ لوگ اسے سنا کر کھڑے ہو جائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کب قیام کرتے تھے: پہلی حدیث میں ہے، ثم اذا راوه قاموا۔ یعنی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے یعنی وہ اقامت کے کسی خاص لفظ کو نہیں دیکھتے تھے ذات اقدس کو دیکھتے ہی فوراً کھڑے ہو جاتے تھے۔

دوسری حدیث کے مطابق وہ اقامت وہ اقامت کا پہلا لفظ اللہ اکبر سنتے ہی قیام کر لیتے تھے، کیونکہ یہ لفظ حضور علیہ السلام کی (آمد کی) اطلاع ہوتا تھا۔

تیسری حدیث کے مطابق فقمننا وعد لنا الصفوف یعنی ہم کھڑے ہو گئے اور ہم نے صفیں درست کر لیں رسول اللہ ﷺ کے ہم تک پہنچنے سے پہلے پہلے۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ اقامت شروع ہونے کے ساتھ ہی صفیں درست ہو گئیں پھر رسول اللہ ﷺ مصلے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ تو گویا رسول اللہ ﷺ مصلے پر آ کر بیٹھتے نہیں تھے کھڑے کھڑے نماز شروع کر دیتے تھے۔

پانچویں حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اپنے مقام پر قیام کرنے سے پہلے پہلے سب صفیں درست ہو گئیں۔

چھٹی حدیث میں ہے کہ جب اقامت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے جب صفیں درست ہو جاتیں تو تکبیر کہہ کے نماز شروع فرمادیتے۔

خلفاء راشدین کا معمول یہ تھا کہ اقامت شروع ہونے سے پہلے وہ وکیلان تعدیل یعنی صفوں کے نگران مقرر فرمادیتے جب وہ آ کر اطلاع دیتے کہ سب صفیں درست ہو گئی ہیں تو آپ نماز شروع فرما دیتے۔

بریلویوں کے امام کا مصلے پر آ کر بیٹھ جانا۔ اقامت شروع ہو جانے کے باوجود امام کے مصلے پر آ کر بیٹھ جانے کیلئے ان کے پاس نہ تو کوئی حدیث کی روایت ہے اور نہ کوئی فقہی جزیہ یہ ان کی ایسی بدعت ہے جس کو یہ حدیث و فقہت کبھی ثابت نہیں کر سکتے آپ نے بچھلی چھ حدیثوں میں دیکھ لیا کہ حضور علیہ السلام تکبیر شروع ہونے پر تشریف لاتے تو آ کر مصلے پر کھڑے ہو جاتے اور نماز شروع فرمادیتے۔ یہ بدعت اتنی بے دلیل ہے کہ بریلویوں کے بانی بانی مولوی احمد رضا خاں بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے۔

”اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلے پر جائے اور جی علی الفلاح یا ختم تکبیر پر تحریر یہ کہے۔“
(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۰۸)

مولوی احمد رضا خاں کا فتویٰ

”وہ مقتدیوں کیلئے فرماتے ہیں پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں۔“

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم، ص: ۵۷۵، بحوالہ افازہ جدا لکرامہ: ص: ۷)

امام بریلویت مولوی احمد رضا خاں کا فرمان واجب الاذعان ببالغ دہل ہماری تائید کر رہا ہے کہ مقتدیوں کے قیام کا تعلق اقامت کے الفاظ کے ساتھ نہیں امام کی آمد سے ہے امام آئے تو سب کھڑے ہو جائیں پھر جی علی الفلاح کے الفاظ تک بیٹھے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی امام بھی آکر کھڑا ہو جائے اور نمازی بھی اس کو دیکھ کر کھڑے ہو جائیں۔

میرا چیلنج: بریلوی حضرات کے پاس تکبیر شروع ہونے کے بعد اپنے امام کے مصلے پر آکر بیٹھ جانے کی کوئی دلیل نہیں نہ حدیث کی نہ فقہ کی یہ ان کی خود ساختہ بدعت ہے جس کو فقہی جزیوں کی آڑ میں انہوں نے جاری کیا ہے نہ تو رسول کریم ﷺ اور نہ کوئی صحابی اور نہ کوئی تابعی اس طرح تکبیر شروع ہونے کے بعد مصلے پر آکر نہیں بیٹھا اور نہ ان کے امام احمد رضا خاں اس کی اجازت دے رہے ہیں تو پھر یہ خالص بدعت نہیں تو اور کیا ہے ہاتھ بڑھانکے ان کستم صادقین ہاں اگر کوئی پہلے سے بیٹھا ہو امام مقتدی تو اسے جی علی الفلاح تک بیٹھے رہنے کی صرف اجازت ہے کیونکہ کوئی ضعیف کوئی بیمار شروع تکبیر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ بعد از جہالتیں تک بیٹھ سکتا ہے جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے۔

فقہی جزیات کا جواب

اقول وباللہ التوفیق مسئلہ قیام عند الاقامہ از روئے حدیث تو پوری شرح و بسط کے ساتھ لکھا جا چکا ہے، جس میں ہمارے معترض کے حق میں کوئی دلیل نہیں اب رہا مسئلہ فقہی

جزئیات کا تو ہم ان تمام فقہی جزئیات کو مانتے اور سر آنکھوں پہ رکھتے ہیں مگر ان کا مطلب وہ مراد نہیں لیتے جو معترض نے لیا ہے کہ حسی علی الفلاح تک امام اور مقتدی دونوں لازماً بیٹھیں اور جو اس وقت آئے وہ بھی لازماً بیٹھ جائے اور اس کے بعد سب کھڑے ہوں اور جو شروع اقامت سے کھڑے ہو گئے ہیں وہ تارک سنت ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ حسی علی الفلاح ”قعود جلوس کی آخری حد“ بتلائی گئی ہے کہ اگر کوئی ضعیف یا مریض جس میں قیام کی استطاعت ہے جلد کھڑا ہونا نہ چاہتا ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ حسی علی الفلاح تک بیٹھ سکتا ہے اس صورت میں وہ کراہت کا مرتکب نہیں ہوگا اور اگر وہ اس کے بعد بھی بیٹھا رہے گا تو وہ مکروہ کا مرتکب ہوگا۔ بلکہ جماعت سے اعراض کرنے والا سمجھا جائے گا لیکن جو شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو گیا ہے اس نے بھی کسی مکروہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے بلکہ اس نے مسارعت الی الصلوٰۃ کر کے ایک مستحب کام کیا ہے، میں یہ توجیہ کیوں کرتا ہوں اس کی طرف بھی فقہائے احناف ہی نے اشارہ کیا ہے۔

پہلی توجیہ :- چنانچہ علامہ طحاوی حنفی لکھتے ہیں :- الظاهر انه احتراز عن التأخیر لا التقديم حتی لو قام اول الاقامہ لا باس۔ طحاوی حاشیہ در مختار۔

ظاہر ہے کہ یہ تاخیر سے احتراز ہے نہ کہ تقدیم سے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو گیا تو کوئی حرج نہیں یعنی فقہاء نے جو قیام عند حسی علی الفلاح کا کہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بعد بیٹھے رہنا مکروہ ہے نہ یہ کہ اس سے پہلے اٹھنا مکروہ ہے اور یہ وہی بات ہے جو میں نے لکھی ہے۔ البتہ ہمارے معترضین طحاوی ہی کا ایک دوسرا قول اس کے خلاف پیش کرتے ہیں جو مرآۃ الفلاح میں ہے کہ

”اذا اخذ المؤذن فی الاقامہ ودخل رجل فی المسجد

فانه یقعد ولا ینتظر قیاماً فانه مکروہ کما فی

المضمرات یعنی جب مؤذن اقامت شروع کر دے اس حال

میں کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ کھڑا ہو کر انتظار نہ کرے بلکہ بیٹھ

جائے۔“

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں جو لفظ ینتظر ہے اس سے مراد امام کا انتظار ہے تو اس سے

معلوم ہوا کہ اس کا مصداق وہ صورت ہے جس میں امام کے آنے سے پہلے اقامت شروع کر دی گئی ہو تو اس شخص کیلئے واقعی یہی حکم ہے کہ وہ کھڑے ہو کر امام کی آمد کا انتظار نہ کرے بلکہ بیٹھ جائے اور اس صورت کو تو رسول اللہ ﷺ نے بال تصریح منع فرمایا ہے لہذا یہ قول ہمارے مخالف نہیں ہے۔

دوسری توجیہ :- تعمیل امر کی طرف مسارعت کرنا یعنی جلدی کرنا بالاتفاق مستحب ہے جیسا کہ اس جز میں ہے:

”وَالْقِيَامُ حِينَ قِيلَ حَسْبِيَ عَلَى الْفَلَاحِ لَا نَهْ أَمْرٌ بِهِ
فَيَسْتَحِبُّ الْمَسَارَعَةَ إِلَيْهِ“۔ (تبيين الحقائق شرح كنز
الدقائق ص ۱۰۸)

یہی بات درر الاحکام شرع عند الاحکام میں کہی گئی ہے یعنی حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑے ہونا، اس لئے کہ یہ قیام کیلئے امر ہے اور امر کی تعمیل کیلئے جلدی کرنا مستحب ہے اب سوال یہ ہے کہ تعمیل امر قیام کیلئے مسارعت یعنی جلدی وہ شخص کرتا ہے جو حی علی الفلاح سنکر کھڑا ہوتا ہے یا وہ جو شروع اقامت ہی سے کھڑا ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ شروع اقامت سے کھڑا ہونے والا تعمیل امر کیلئے زیادہ مسارعت کرتا ہے لہذا اسے مکروہ کا مرتکب کیسے کہتے ہیں وہ تو امر مستحب کا بجالانے والا ہے۔

تیسری توجیہ :- نووی شرح مسلم میں ہے فاذا قال قد قامت الصلوة کبر الامام کہ جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو امام تکبیر کہہ دے اور عمدة القاری شرح بخاری میں ہے فاذا قال قد قامت الصلوة کبر الامام لانه امين الشروع وقد اخبر لقيامها۔ یعنی جب مکبر قد قامت الصلوة کہے تو امام تکبیر کہہ دے کیونکہ وہ شروع کرنا کا امین ہے اور اسے اقامت صلوٰۃ کی خبر دے دی گئی ہے تو اب سوال یہ ہے کہ صفوں کا درست کرنا کہ سیدھی بھی ہوں اور درمیان میں رخنہ بھی کوئی نہ ہو یہ بلا اختلاف سنت ہے اور رسول اللہ ﷺ بڑے اہتمام سے صفیں درست فرمایا کرتے تھے تو اگر حی علی الفلاح پہ کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوة پر تکبیر ہو جائے تو نمازی کھڑے کب ہوں گے اور صفیں کب درست کریں گے کب کندھے سے کندھا ملائیں گے کب ٹخنے سے ٹخنہ سیدھا کریں گے بالخصوص

جب نمازی ہزاروں کی تعداد میں ہوں اتنے کثیر لوگوں کو صف بندی کیلئے وقت چاہئے اور مذکورہ صوت میں وقت بالکل نہیں ہے کہ حسی علی الفلاح پر کھڑے ہوئے اور قد قامت الصلوٰۃ پر نماز شروع ہوگئی اب معترض صفیں درست کر کے دکھائیں اس زمانے کے تناظر میں جبکہ آج کل جیسی چار چار فٹ کی سیدھی صفیں یا قالینیں بنی ہوئی نہیں تھیں بلکہ چٹائیاں بھی بچھی ہوئی نہ تھیں نشان بھی لگے ہوئے نہ ہوتے تھے مسجد میں کنکریوں کا فرش بچھا ہوا ہوتا تھا اور کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر صفیں سیدھی کی جاتی تھیں۔

چوتھی توجیہ :- حسی علی الفلاح تک بیٹھے رہنا ان تمام احادیث کے خلاف ہے جن میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر تشریف لا کر کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ کو دیکھ کر مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

پانچویں توجیہ :- یہ صورت تعدیل صفوف کی تمام احادیث کے بھی خلاف ہے مثلاً مشکوٰۃ میں ہے۔

”عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ سوو

اصفو فکم فان تسوية الصفوف من اقامة الصلوٰۃ“

(مشکوٰۃ شریف ص ۹۸)

ترجمہ: یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا اپنی صفوں کو درست کرو کیونکہ صفوں کا برابر کرنا اقامت

صلوٰۃ کے حکم میں داخل ہے۔

اب تسویۃ الصفوف کے لئے وقت کی ضرورت ہے اور وہ زیر بحث صورت میں موجود نہیں کیونکہ حسی علی الفلاح یہ کھڑے ہوئے اور قد قامت الصلوٰۃ پر امام نے اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دی اور اگر ختم اقامت پر بھی نماز شروع ہو پھر بھی اتنا وقت نہیں کہ صفیں سیدھی کی جائیں جبکہ رسول اللہ ﷺ اقامت شروع ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کو صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے تھے اور ان کی صف بندی کو ملاحظہ فرماتے تھے جیسے کہ اس حدیث میں ہے:

”عن انس رضی اللہ عنہ قال اقيمت الصلوٰۃ فاقبل

علینا رسول اللہ ﷺ بوجهہ فقال اقيموا صفوفکم

و تراصوا فانی اراکم من وراء ظہری . (مشکوٰۃ شریف ص ۹۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز قائم کی گئی یعنی اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی صفوں کو سیدھی کرو اور مل کے کھڑے ہو واس لئے کہ میں تمہیں پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں یہ پس پشت سے دیکھنا اس حضرت ﷺ کی حالت نماز کا معجزہ ہے نہ کہ دائمی حالت۔

تو اقامت شروع ہونے کے بعد اتنا وقفہ ہونا چاہیے جس میں امام صف بندی کیلئے قوم کو متوجہ کر سکے اور ان کی صف بند کا مشاہدہ کر سکے اور کسی کو آگے پیچھے کرنا ہو تو کر سکے یہ جیسی ہو سکتا ہے جب اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جائیں ورنہ نہیں تو چونکہ زیر بحث صورت میں تسویہ الصفوف ممکن نہیں اور حسی علی الفلاح پر کھڑے ہونا ان سب احادیث کے خلاف ہے جس سے احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے اس لئے ہم اس فقہی جزیئے کی یہ بہترین توجیہ کرتے ہیں کہ اس میں مابعد کی نفی ہے نہ کہ ماقبل کی یعنی حسی علی الفلاح کے بعد بیٹھے رہنے کو رد کا ہے نہ کہ اس سے پہلے کھڑے ہونیکو۔

چھٹی توجیہ :- فقہاء نے حسی علی الفلاح تک کھڑے ہونے کا تو کہا ہے لیکن اس سے پہلے کھڑے ہونے کو کسی نے بھی منع نہیں کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیٹھے رہنے کی آخری حد ہے۔

ساتویں توجیہ :- فذهب مالک و جمہور العلماء الى انه ليس لقيامهم حد ولكن استحب عامتهم القيام اذا اخذ المؤذن في الاقامه .

(عمدة القاری شرح صحیح بخاری، بحوالہ احسن المسائل ص ۳۰۶)

یعنی امام مالک اور جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ امام و مقتدین کے قیام کی کوئی حد معین نہیں ہے لیکن عام علماء و فقہاء نے مؤذن کی اقامت شروع ہونے کے وقت کو مستحب کہا ہے اور قاضی عیاض کی روایت کے مطابق تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شروع اقامت پر کھڑے ہونے کو مستحب قرار دیا ہے۔ احسن المسائل ص ۳۱۹۔

آنھوں تو جیہ :- مَوَظَّائے مالک میں ہے متنی 'يجب القيام على الناس حين تقام الصلوة قال مالک واما قيام الناس حين تقام الصلوة فانی لم اسمع فی ذالک بحد یقام له وانی اری ذالک علی قدر طاقة الناس فان منهم الثقیل والخفیف لا يستطيعون ان یكونوا کرجل واحد. (مَوَظَّاء مالک)

یعنی نماز شروع کرتے وقت لوگوں پر قیام کب واجب ہوتا ہے۔ حضرت امام مالک نے فرمایا کہ نماز شروع ہوتے وقت لوگوں کے قیام کے بارے میں کوئی حد متعین میں نے نہیں سنی مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگوں کی طاقت کے مطابق ہے کیونکہ ان میں بعض بھاری بھر کم ہوتے ہیں اور بعض ہلکے پھلکے اور سب کیلئے ایک حکم نہیں ہو سکتا۔

نویں توجیہ : عن سعید بن المسیب و عمر بن عبد العزیز و حمہما اللہ تعالیٰ اذا قال المؤذن اللہ اکبر وجب القيام واذا قال حی علی الصلوة اعتدلت الصفوف واذا قال لا الہ الا اللہ کبر الامام۔

(عمدة القاری بحوالہ احسن المسائل ص ۳۰۶)

یعنی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عمر بن العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو قیام واجب ہو جاتا ہے اور جب وہ حی علی الصلوة کہے تو صفیں درست ہو جانی چاہئیں۔ اور وہ لا الہ الا اللہ کہے تو امام تکبیر کہہ دے۔ لوہم تو شروع تکبیر میں قیام کو مستحب ہی کہتے تھے مگر ان جید تابعی بزرگوں نے تو اس کو واجب کہہ دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہم تو حنفی فقہ کے پابند ہیں ان کے نہیں تو ہم بھی آپ سے پوچھیں گے کہ آپ نے اپنے کيس کو مضبوط کرنے کیلئے دیگر تینوں اماموں امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے حوالے کیوں دیئے تھے؟

دسویں توجیہ : حی علی الفلاح کے قول پر عمل تمام مذاہب میں متروک ہے چنانچہ اس کی دلیل حرمین شریفین کا تعال ہے جہاں سب اہل مذاہب اکٹھے ہو جاتے ہیں اور بریلوی علماء تو وہاں جماعت میں شرکت ہی نہیں کرتے اس لئے ان کا عمل وہاں لیٹریٹوں کے سوا کہیں دیکھا نہیں جاسکتا۔

میل اور اردو رولش انداختند

ہر کسے را بہر کارے ساختند

امامان حرم کے پیچھے نماز نہ ہونے کا بریلوی فتویٰ

بریلویوں کے مولانا فیض احمد اویسی لکھتے ہیں (امام حرم) مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ (ہمارے دور میں وہابی عقائد سے منسلک ہے اس لئے برے عقیدے والے کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی، خطبہ حج بھی وہی پڑھتے ہیں پھر ان کی اقتدا میں حج بھی نہیں ہو سکتا؟ مزید لکھتے۔ جب ۱۳۹۹ھ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے اس سیرہ روزگار کو حرمین شریفین کی حاضری کا شرف بخشا تو حالات کا مشاہدہ کر کے یہ چند سطور حوالہ جات جن کا نام انزال السکینہ علی من لا یصلی خلف الامام النجدی فی المکۃ والمدینہ المعروف بالامام الحرم رکھا یعنی جو شخص مکہ مدینہ کے امام حرم کے پیچھے نماز نہ پڑھے اس کے اطمینان قلب اور تسکین دل کیلئے یہ سطور لکھی گئی ہیں۔ (رسالہ امام حرم کا پیش لفظ ص: ۱)

واضح ہو اس میں لفظ المکۃ عربی گرائمر کے لحاظ سے غلط ہے کیونکہ مکہ پر الف لام نہیں آتا۔

بریلوی قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین بریلوی مدنی کا فتویٰ:- اس وقت نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کیلئے اور مسلمانوں میں بدگمانی سے دور رہنے کیلئے اگر کوئی پڑھتا ہے تو ٹھیک ہے مگر نماز کا اعادہ کر لے۔ (رسالہ امام حرم: ص: ۱۵)

مفتی شجاعت علی بریلوی کا فتویٰ:- مفتی صاحب لکھتے ہیں اگر امام صاحب وہابی ہے تو ان کے پیچھے بلکہ کسی بھی وہابی امام کے پیچھے حنفی المسلمک اہل سنت و جماعت کی نماز نہ تو پاکستان میں درست ہوتی ہے نہ کہیں اور اگر نماز پڑھ لی گئی ہو اس کا اعادہ ضروری ہے۔ (رسالہ امام حرم: ص: ۳۰)

اس کا جواب دیں

ہمارے معترض صاحب کو فقہ حنفی کا غم کھائے جا رہا ہے کہ یہ کیسے حنفی ہیں جو فقہ حنفی پر عمل نہیں کرتے وہ کہتے ہیں یہ چیز فقہ حنفی کے خلاف ہے فقہ حنفی سے تجاوز ہے ہمیں حدیث سے جواب نہیں چاہیئے ہم حنفی ہیں ہمارے سامنے فقہ حنفی کے حوالے اور فتوے لائے جائیں۔ تو لیجئے یہ نماز جنازہ کے بعد دعائے مانگنے پر فقہ حنفی اور فقہائے احناف کے فتاوے جات پیش خدمت

ہیں۔ معترض صاحب اس کا جواب دیں کہ ان کی پارٹی دعا بعد الجنازہ کے متعلق ان فتوؤں کے خلاف کیوں کرتی ہے اور کیوں نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو خفیت اور سنیت کا معیار بنائے ہوئے ہے؟

۱۔ علامہ برجندی حنفی حاشیہ مختصر الوقایہ ص ۱۸۰ میں فرماتے ہیں لا یقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازہ لانہ یشبہ الزیادہ فیہا کذا فی المحیط ترجمہ کوئی شخص نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے کھڑا نہ ہوے کیونکہ یہ اس میں زیادتی کے مشابہ ہے۔
۲۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی المفتی والسائل میں لکھتے ہیں۔ بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنا مکروہ ہے۔

۳۔ نواب قطب الدین حنفی مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ جنازے کے بعد کوئی دعا نہ مانگے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

۴۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے۔ لا یدعو ابعده فی ظاہر المذہب۔ یعنی ظاہر مذہب کے مطابق نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے۔

۵۔ ملا علی قاری حنفی مرقات ج ۲، ص ۳۶۹ میں لکھتے ہیں ولا یدعو للمیت بعد صلوة الجنازہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوة الجنازہ۔ ترجمہ نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

۶۔ امام حافظ الدین کردری رحمۃ اللہ علیہ: حنفی فتاویٰ بزازیہ میں ج ۱، ص ۲۸۳ پر لکھتے ہیں لا یقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازہ لانہ دعا مکرۃ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے نہ ٹھہرے کیونکہ اس نے ایک دفعہ دعا کر لی ہے۔

۷۔ علامہ سراج الدین حنفی فتاویٰ سراجیہ میں ص ۲۳ پر لکھتے ہیں اذا فرغ من الصلوة لا یقوم بالدعاء، نماز جنازہ سے فارغ ہو تو دعا کیلئے نہ ٹھہرے۔

۸۔ علامہ ابن نجیم حنفی بحر الرائق میں لکھتے ہیں ص ۱۹۷، ج ۲ ولا یدعو ا بعد التسليم۔ اور سلام کے بعد دعا نہ کرے۔

۹۔ امام ابوبکر بن حامد حنفی محیط کی کتاب الجنائز میں لکھتے ہیں ان الدعاء بعد صلوة الجنازہ مکروہ۔ کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

۱۰۔ امام شمس الاسلامی حلوئی فقیہ میں لکھتے ہیں لا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنائزہ۔۔۔ یعنی نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کیلئے کھڑا نہ رہے۔

یہ اتنے سارے فقہاء اور یہ ذہیر ساری فقہ کی کتابیں پڑی کر رہی ہیں کہ ہمارے خلاف جنازوں کے بعد دعا کر کے ہمیں رسوا کیا جا رہا ہے ہماری تو بین ہو رہی ہے فقہ خفی کو نظر انداز کیا جا رہا ہے مگر معترض صاحب اور ان کی برلن پارٹی اس کا کوئی نوٹس ہی نہیں لے رہے۔ اور پھر ان کی بہار شریعت نامی معتبر و مستند کتاب میں دعا بعد الجنائزہ کا کوئی عنوان ہی نہیں پھر تم ان سب کے خلاف جنازے کے بعد دعا کیوں مانگتے ہو؟ صرف بدعتی بننے کیلئے؟ واللہ

یہدی الی سوا السبیل

وہ تیرگی جو مرے نامہ سیاہ میں ہے تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
یہ صرف دس فقاوے جات نقل کیے ہیں ان کا جواب دے لیں گے تو پھر اور بھی لکھیں گے۔

تمت بالخیر وبرکت اسمہ تتم الصالحات وصلى الله تعالى على خير خلقه و
حبيبه محمد المصطفى واحمد المجتبیٰ وعلى آله واصحابه الاتقياء والائمة
المجتهدین الفقهاء۔

براة الابرار

علمائے اہلسنت والجماعت دیوبند کے سچے خفی مسلمان ہونے پر ۶۱۶ علمائے ہندوستان کے فتاویٰ جات پر مشتمل تاریخی دستاویز ”براة الابرار“ شائع کر دی گئی ہے۔ اس کتاب میں رنگوں میں مولوی حشمت علی رضوی کے دجل و فریب کا بھی خوب پردہ چاک کیا گیا ہے کہ کس طرح علمائے اہلسنت کے خلاف تقریریں کرنے کے جرم میں رنگوں کی عداوتوں سے حشمت علی رضوی کو معافی مانگ کر رنگوں سے فرار ہونا پڑا نیز علمائے دیوبند کے ساتھ مناظرے سے فرار کی تفصیلی روئیداد بھی ہے۔ ۱۹۳۶ کے بعد پہلی بار شائع ہونے والی سنی بریلوی اختلاف پر تاریخی ریکارڈ پر مشتمل یہ کتاب ہر سنی مسلمان کے پاس ہونی چاہئے

مکتوب ابو داود بنام ابو البلال

جس میں رضائے مصطفیٰ کے مدیر مولوی ابو داود صادق نے امیر دعوت اسلامی الیاس قادری کو بدعتی، لوگوں کی نماز میں خراب کرنے والا، گستاخ رسول ﷺ کہا ہے اور اسے امیر اہلسنت ماننے سے انکار کیا ہے عرصہ سے نایاب یہ اہم حوالہ جاتی رسالہ انتہائی محدود تعداد میں دستیاب ہے۔

دونوں کتابیں حاصل کرنے کیلئے رابطہ کریں: 03027051716

نماز جنازہ کے بعد دعا بدعت ہے

حضرت مفتی محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

﴿سوال﴾: ہمارے گاؤں میں جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کی تدفین کے وقت وہ بدعات اختیار کی جاتی ہے کہ جن کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان بدعات سے روکتا ہے تو پورا گاؤں اس کی مخالفت کرتا ہے۔ مگر پھر بھی یہ چھ فوجوان ان بدعات کی مخالفت کرتے رہے ہیں اور ان بدعات کو روکنے کیلئے آواز بلند کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے گاؤں سے بہت سی بدعات اللہ کے فضل و کرم سے ختم ہو گئیں۔

مگر افسوس روزنامہ ایکسپریس کی جمعہ 23/07/2005 کی اشاعت میں کئی صاحب نے ”دعا بعد الجنازہ“ کے بارے میں سوال کیا۔ اس سوال کا جواب پڑھ کر کچھ لوگ اس بات کے قائل ہو رہے ہیں کہ جنازے کی نماز کے بعد دعائیں اور صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

مفتی منیب الرحمن صاحب (بریلوی) کا فتویٰ درج ذیل ہے

﴿سوال﴾: ہمارے علاقہ میں بعض لوگ عوام کو علی الاعلان یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ آپ لوگ نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے ہاتھ اٹھا کر جو دعائے مغفرت کرتے ہیں، اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں، اگر ہے تو پیش کریں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، نیز جو لوگ علی الاعلان اسے ناجائز کہہ کر عوام کو گمراہی میں مبتلا کر رہے ہیں ایسے لوگوں کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: (منیب الرحمن صاحب روزنامہ ایکسپریس) اس سوال کا براہ راست جواب سننے سے پہلے ایک دو اصولی باتیں سمجھ لیجئے۔ اسلام اور دنیا کے پر قانون اور اصول قانون کا ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اشیاء امور میں اصل اباحت (یعنی جائز ہونا) ہے، لہذا کہیں بھی قوانین کی تشکیل میں مباحات (جائز امور) کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہر شے کے محرکات، ممنوعات اور مکروہات کو تفصیل سے بیان کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان کے علاوہ دیگر امور جائز ہیں، مثلاً جن خواتین سے نکاح شرعاً حرام ہے، قرآن نے ان کو سورۃ النساء آیت ۲۳ تا ۲۵ تفصیل کے ساتھ بیان کر کے فرمایا ”اور ان (مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی سب عورتوں کے ساتھ تمہارا نکاح جائز ہے“ (سورۃ النساء ۲۳) اسی طرح قرآن پاک نے سورۃ البقرہ آیت ۳ اور سورۃ النحل آیت ۱۱۵ میں ماکولات میں سے محرمات (مردار، ذبح کے وقت پہنے والا خون، خنزیر اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے) کا ذکر فرمایا، احادیث میں اس پر درندے، شکاری پرندے اور گدھے کا اضافہ فرمایا گیا، بعض دیگر جانوروں کو قیاس اور اجتہاد کے ذریعے فقہائے نے مکروہ تحریمی قرار دیا، ان کے علاوہ دیگر لاتعداد جانور جو حلال ہیں کتاب و سنت اور ائمہ مجتہدین نے ان کا تفصیل سے احاطہ نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کرنا عملاً ممکن ہے، ہماری عملی زندگی میں اس کی مثال یہ ہے کہ جس سڑک پر دینیں بابائیں مڑنا منع ہو یا جس گلی یا سڑک پر گاڑی چلانا منع ہو، ٹریفک کا مکمل وہاں مخصوص ممانعت کا نشان لگا دیتا ہے، باقی جس گلی یا سڑک پر گاڑی چلانا منع نہیں وہاں کوئی مخصوص نشان نہیں لگایا جاتا، ممانعت کا نشان نہ ہونامی اس بات کی دلیل ہے کہ اس گلی یا سڑک پر گاڑی چلانے کی عام اجازت ہے، بعینہ یہی

اصول احکام شریعت کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ بعض اشیاء کی (حلت و حرمت) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے (شرعی حکم) دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دے دیا اور جس کے بارے میں (کتاب و سنت) میں سکوت فرمایا گیا تو وہ معاف ہے (یعنی جائز و حلال ہے) لہذا خواہ مخواہ اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالو۔ اس حدیث سے کتب تفاسیر و فقہ میں اس مفہوم پر استدلال کیا گیا ہے سنن بیہقی صفحہ ۱۲، جلد ۱۰، پر حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مرفوعہ ہے: ”جس چیز (کی حرمت کے بیان) سے قرآن نے سکوت کیا وہ معاف ہے (یعنی جائز ہے) تو اللہ کی طرف سے معافی (یعنی جواز کی رعایت) کو (خوش دلی سے) قبول کرو کیونکہ اللہ بھولنے والا نہیں، پھر آپؐ نے (سورۃ المريم کی آیت ۶۳) تلاوت فرمائی (جس کا معنی یہ ہے کہ) اور آپؐ کا رب بھولنے والا نہیں۔

فتاویٰ شامی میں ہے: قول مختاریہ ہے کہ جمہور حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک (امور و اشیاء میں) اصل اباحت (جائز ہونا) ہے لہذا اگر کوئی شخص، کسی خاص موقع و مقام کے لئے یا علی الاطلاق، کسی چیز کی حرمت و کراہت کا دعویٰ ہے تو بار ثبوت اس پر ہے کہ وہ عدم جواز کی شرعی دلیل پیش کرے، نہ کہ فریق مخالف (قائل جواز) سے دلیل طلب کرے۔ دوسرا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ کئی نفسہ دعا اللہ کے نزدیک انتہائی محبوب اور پسندیدہ فعل ہے، مقامات نجاست و کراہت کے علاوہ دعا کیلئے نہ کسی وقت کی پابندی ہے نہ کسی خاص لب و لہجہ اور زبان کی، یہ الگ بات ہے کہ مسنون دعاؤں کی برکات زیادہ ہیں۔ بندے کی دعا اللہ کو اتنی مرغوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کثرت سے دعا کیا کرو۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔

دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے۔

اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ کوئی اس سے سوال کرے۔

اور وفات یافتہ اہل ایمان کیلئے دعا کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور جو ان کے بعد آئے وہ (اللہ کی بارگاہ میں) عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو

ہمیں بخش دے اور ہمارے ان دینی بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں

اور ہمارے دلوں میں مومنوں کیلئے کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو بہت مہربان

نہایت رحم فرمانے والا ہے۔“ (الحشر: ۱۰)

اس آیت کا سیاق و سباق (مورد) تو خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور اپنے اسلاف و سابقین اہل ایمان کیلئے دعائے مغفرت کو اہل ایمان کا شعار قرار دیا گیا ہے۔ اب اس دعائے مغفرت کیلئے کسی خاص وقت کا تعین نہیں ہے، کسی شخص کی زندگی میں بھی اس کے لئے دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے، موت کے بعد نماز جنازہ سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے، بطور خاص بعد نماز جنازہ ممانعت کی کسی کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کرتے۔ مندرجہ بالا آیت کے تحت علامہ جلالہ دین سیوطیؒ لکھتے ہیں: متحد حضرات نے اس پر اجماع فرمایا ہے کہ دعا بلاشبہ میت کو فائدہ دیتی ہے اور

اس کی دلیل کے طور پر اس آیت کو پیش کیا ہے۔

ربا یہ سوال کہ آیا دعا بعد از نماز جنازہ کیلئے کوئی دلیل مثبت بھی ہے تو حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: ”جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کیلئے دعا کرو“۔ اس حدیث میں نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد دعا ذکر ہے کیونکہ اصول فقہ میں یہ طے ہے کہ ”ف“ ”تعیق علی الفور“ کیلئے آتی ہے، یہ اس کے حقیقی معنی ہیں اور کسی عقلی، عادی یا شرعی دلیل کے بغیر حقیقی معنی سے عدول جائز نہیں ہے، لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کیلئے اخلاص سے دعا مانگو۔ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کا سانی حنفی لکھتے ہیں: ”(یہ مسئلہ کہ نماز جنازہ کی تکرار نہیں ہے) اس میں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی، جب حضور ﷺ جنازہ پڑھا کر فارغ ہو چکے تو اس وقت حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا اہراہہ کیا تو حضور ﷺ نے (انہیں تکرار جنازے سے روکتے ہوئے فرمایا) ”نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جائیگی لیکن میت کیلئے دعا کرو اور اس کیلئے استغفار کرو“۔

یہ اس باب میں (کہ جنازہ کی تکرار نہیں) نص ہے، ایک روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے ایک نماز جنازہ نکل گئی (یعنی وہ دیر سے پہنچے پس جب وہ میت کے پاس آئے تو صرف دعائے مغفرت پر اکتفا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن سلام سے حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ نکل گئی۔ جب وہ آئے تو انہوں نے (جنازے پر موجود حاضرین سے) کہا کہ اگرچہ تم لوگ نماز جنازہ میں مجھ سے پہلے کر چکے ہو لیکن دعائیں مجھ سے پہلے نہ کرو) یعنی دعائیں مجھے بھی شریک ہونے دو۔

ان احادیث مبارکہ سے صراحت کے ساتھ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ عہد رسالت ﷺ و عہد صحابہؓ میں نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا کو معمول تھا۔ مبسوط نحس میں بھی یہ روایات موجود ہیں۔ ”دعا بعد از جنازہ“ کے ثبوت کا مسئلہ ہم نے دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے، ہم اس کے فرض واجب سنت قرار دینے کے مدعی نہیں ہیں بلکہ جواز اور استحباب کے مدعی ہیں کہ جتنے زیادہ مواقع پر اور جتنی زائد بار میت کیلئے دعا کی جائے وہ اس کے لئے مفید ہے اور خود دعا کرنے والے کیلئے بھی وسیلہ اجر ہے، لیکن اگر کوئی شخص بطور خاص نماز جنازہ کے بعد دعائے مغفرت والیصال ثواب کو خلاف سنت یا بدعت قرار دیتا ہے تو وہ عدم جواز کی دلیل پیش کرے۔ اصولاً بار ثبوت اس کے ذمہ ہے کہ کہاں اور کب حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ اس کے برعکس روایات و آثار سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

عمر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ یزید بن مکلف کی نماز جنازہ پڑھی، انہوں نے ان پر (جنازے کی) چار تکبیرات پڑھیں، پھر چلیں یہاں تک کہ میت کے قریب آگئے اور عرض کیا ”اے اللہ! (یہ) تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا فرزند ہے، آج تیرے حضور حاضر ہے، تو اس کے گناہوں کو معاف فرما، اس کی قبر کو اس کیلئے وسیع فرما، ہم اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور تو اس (کے حال) کو بہتر جانتا ہے۔“



اب ان لوگوں کو جواب دینے کیلئے ہمارے پاس کوئی مقبول جواب نہیں۔ مہربانی کر کے ہماری اس سلسلے میں مدد فرمائیں ورنہ ہمارے گاؤں کے نوجوانوں نے جو بحث کی ہے وہ سب ضائع ہو جانے کا خدشہ ہے۔

(شاہنواز بلوچ۔ گڈاپ ملیر۔ کراچی)

جواب

نماز جنازہ خود دعا ہے، اس کے بعد اجتماعی دعا کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں۔ احادیث مشہورہ سے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا نماز جنازہ پڑھنا صرف سلام پھیرنے تک منقول ہے، اس کے بعد دعا کا ذکر کہیں منقول نہیں، لہذا یہ ناجائز اور بدعت ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔ چنانچہ قرآن کریم، احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کو جاننے اور سمجھنے والے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اسے بدعت اور ناجائز قرار دے کر اس سے منع فرمایا ہے۔ ذیل میں چند مشہور فقہائے کرام کی عبارات نقل کی جاتی ہیں:

﴿۱﴾ قال شمس الانمة السرخسی رحمه الله عليه : ولمقصود بالصلوة على الجنازة الا ستغفار للميت والشفاعة له... لان هذه ليست بصلوة على الحقيقة، انما هي دعا واستغفار للميت. (المبسوط: ۲ / ۶۳).

﴿۲﴾ وفي المرقلة شرح المشكوة : ولا بدعو للميت بعد صلاة الجنازة، لانه يشنه الزيادة في صلاة الجنازة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۳ / ۱۷۰).

﴿۳﴾ وقال العلامة النسفی رحمه الله في كنز الدقائق : وهي اربع تكبيرات بثناء بعدا لاولی، و صلوة على النبي ﷺ بعد الثانية و دعا بعد الثالثة.

قال العلامة ابن نجيم تحت قوله : (دعا بعد الثالثة) وقيد بقوله بعد الثالثة : لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة. (البحر الرائق: ۲ / ۱۸۳).

﴿۴﴾ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاری رحمه الله : ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة... ولا يقوم بالدعاء في قراءة القرآن لأهل الميت بعد الصلوة الجنازة وقبلها. (خلاصة الفتاوى: ۱ / ۲۲۵).

﴿۵﴾ وفي الفتاوى النزازية : لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة : لأنه دعا مرة لأن اكثرها دعاء (الفتاوى النزازية على الهامش الهندية: ۳ / ۸۰).

جنازہ کے بعد مروج دعاء کے مستحب ہونے پر مسئلہ فتویٰ میں دو قسم کے دلائل دیے گئے ہیں:

﴿۱﴾ یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ہر چیز میں اصل جواز اور اباحت ہے منع کرنے کیلئے مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، جب منع کی کوئی دلیل نہ ہو تو اصل کے اعتبار سے ہر چیز جائز ہے، اس قاعدے میں جنازہ کے بعد مروج دعا بھی شامل ہے، لہذا یہ بھی جائز ہے۔

﴿۲﴾ بعض احادیث اور بعض آثار صحابہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا مستحب ہے، لہذا اب عدم جواز کا بار ثبوت عدم جواز کے قائلین پر ہے۔

ہم قدرے تفصیل سے دونوں قسم کے دلائل کے جوابات تحریر کرتے ہیں۔ پہلی دلیل کا پہلا جواب:

جو حضرات اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ چیزوں میں اصل اباحت اور جواز ہے ان کے کلام میں غور کرنے سے

واضح ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ عبادات میں جاری نہیں ہوتا، یہ قاعدہ اموال، امور عادیہ، اور کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق ہے عبادات کے متعلق اصل قاعدہ یہ ہے کہ جو عبادات جس طریقے سے ثابت ہو وہ جائز ہوگی اور جو چیز ہوگی اور جو چیز بطور عبادت رسول ﷺ، صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہ ہو وہ عبادت نہیں ہوگی اور اس کا بطور عبادت بھی انجام دینا جائز نہ ہوگا، بعض اوقات کوئی چیز بطور عبادت تو ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اس کے لئے خاص وقت یا خاص جگہ یا کیفیت کی تعیین کا ثبوت نہیں ہوتا تو ایسی عبادت کیلئے اپنی طرف سے ان چیزوں کی تعیین و تخصیص بھی ناجائز ہوگی، کسی غیر ثابت چیز کو بطور عبادت انجام دینے یا کسی ثابت شدہ عبادت میں اپنی طرف سے کیفیات و اوقات کی تعیین و تخصیص کو شریعت کی اصطلاح میں ”بدعت“ کہتے ہیں، جو باجماع امت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ علامہ ابواسحاق شاطبیؒ فرماتے ہیں:

” لا یصح ان یقال فیما یتعبد بہ : انه مختلف فیہ علی قولین : هل هو علی المنع ام علی الاباحۃ... لان التعبدیات انما وضع الشارع ، فلا یقال فی صلوة سادسة مثلا انها علی الاباحۃ ، فللمكلف وضعها علی احد القلین ، لیتعبد بها الله ، لانه باطل باطلاق“.

(الاختصاص: ۳۰۱/۱)

ترجمہ: عبادات کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ اصل کے اعتبار سے (دلیل آنے سے پہلے) ممنوع ہیں یا مباح، کیونکہ عبادت کو شارع (اللہ اور اس کے رسول ﷺ) ہی نے مقرر کیا ہے (اور جو شریعت میں ثابت نہ ہو وہ عبادت نہیں ہوگی بلکہ ناجائز اور حرام کام ہوگا) فرض کیجئے کہ اگر کوئی شخص چھٹی نماز ایجاد کرے تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اصل اباحت ہے کہ اصول سے یہ کام اس کے لئے جائز ہے اور اس کو اس طرح ایجاد کا حق ہے بلکہ اس کا یہ فعل مطلقاً باطل (اور شرعی رو سے قطعاً ناقابل اعتبار ہے) ہے۔

اور یہ اصول جو علامہ شاطبیؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ عبادت جب تک ثابت نہ ہو اسے عبادت نہیں کہا جاسکتا، نیز کسی عبادت کا خاص وقت، کیفیت جب تک ثابت نہ ہو تو اسے عبادت (مستحب یا بہتر) قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ وہ باطل ہوگا، یہ اصول انتہائی قوی ہے اور سب علماء و فقہاء کے ہاں مسلم ہے درج ذیل عبارت اس اصول پر واضح دلیل ہے:

(۱) والمتابعة كما تكون في الفعل تكون في الترك ايضا، فمن واطب على فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع. (مرقاۃ: ۳۱/۱)

(۲) عن ابي عمر رضي الله تعالى عنه : ان رفعكم ابيدكم بدعة، مازاد رسول الله ﷺ على هذا يعني الى الصدر. (مسند احمد: ۶۱/۲)

(۳) والزيادة على ثمان ركعات ليلا و على اربع ركعات نهارا مكروه بالاجماع.

میرۃ المصلیٰ (ص: ۱۰۲)

(۳) وقال الكاساني في تعليقه: يكره لان الزيادة على هذا لم ترو عن رسول الله ﷺ (بدائع: ۱/ ۲۹۵)

(۵) وقال المرغيناني: و دليل الكراهة انه عليه السلام لم يزد على ذلك، ولو لا الكراهة لزاد، تعليماً للجواز. (هداية: ۱/ ۱۲۷)

(۶) وفي الهداية: ويكره ان يتنفل بعد طلوع الفجر باكثر من ركعتي الفجر لانه عليه السلام لم يزد عليهما مع حرصه على الصلوة. (هداية: ۱/ ۱۵۳)

(۷) وليس في الكسوف خطبة، لانه لم ينقل. (هداية: ۱/ ۱۵۶)

(۸) ولا يتنفل في المصلى قبل الصلوة العيد، لانه النبي ﷺ لم يفعل ذلك مع حرصه على الصلاة. (هداية: ۱/ ۱۵۳)

(۸) قراءة الكافرون الى آخر مع الجمع مكروهة، لانها بدعة لم ينقل ذلك عن الصحابة والتابعين. (هذية: ۳/ ۲۶۳)

(۹) وقالوا في كراهية صلوة الرغائب: الان الصحابة والتابعين ومن بعدهم لم تنقل عنهم فهي بدعة. (كبيرى: ص: ۳۳۲، شاميه: ۲/ ۲۶)

عبارات بالا سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضور ﷺ کی اتباع جیسا کہ کرنے میں ہوتا ہے اسی طرح نہ کرنے اور کسی چیز کہ چھوڑنے (کہ کوئی مانع نہ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے بطور عبادت اسے نہ کیا ہو) میں بھی لازم ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ نے دعائیں سینے سے اوپر ہاتھ اٹھانے کو محض اس وجہ سے منع فرمایا اور اسے بدعت قرار دیا کہ حضور ﷺ سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔

۳۔ فقہائے کرام نے رات کے نوافل میں آٹھ سے اور دن کے نوافل میں چار سے زیادہ رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کو بالاتفاق اس لئے مکروہ قرار دیا کہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں۔

۴۔ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد ماسوائے سنت فجر باقی نوافل کو صاحب ہدایہ نے اس لئے مکروہ قرار دیا ہے کہ ثابت نہیں (واضح رہے کہ طلوع صادق کے بعد نوافل سے صراحۃً حدیث میں بھی منع آیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ابن عمرؓ کی روایت میں ہے)۔

۵۔ صلوٰۃ کسوف میں صاحب ہدایہ نے اس لئے منع فرمایا کہ منقول نہیں۔

۶۔ عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے فقہاء اس لئے منع فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔

۷۔ آخری سورتوں کے اجتماعی طور پر پڑھنے سے فقہاء کرام نے اس لئے منع فرمایا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ سے ثابت نہیں، لہذا بدعت اور واجب الترتیب ہے۔

۸۔ فقہاء نے صلوٰۃ الرغائب (رجب کے پہلے جمعہ کے دن جماعت سے پڑھی جانے والی نفل جماعت

(کوخص اس وجہ سے ممنوع فرمایا کہ صحابہ کرامؓ تابعینؓ اور سلف صالحینؓ سے اس کا ثبوت نہیں۔

اس طرح کی اور بھی بے شمار عبارات ہیں ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادات میں رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ کا داعیہ کی باوجود کسی چیز کو چھوڑنا اور نہ کرنا اوُس چیز کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے اور محدثین اور فقہائے کرام کے ہاں ایک مستقل ضابطہ اور قاعدہ ہے۔ مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ جنازہ کے بعد مروج دعاء کوخص اس وجہ سے کہ اس سے منع نہیں فرمایا ہے جائز اور مستحب کہنا قطعاً صحیح نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ جنازہ کے بعد مروج دعا چونکہ ثابت نہیں اس لئے بدعت، ناجائز و حرام ہے۔

دوسرا جواب

یہ قاعدہ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، فقہاء کرام اور علم اصول کے ماہرین کے ہاں اتفاقاً نہیں بلکہ علماء کی ایک کثیر تعداد کا قول یہ ہے کہ ہر چیز میں اصل توقف ہے، جب تک کسی جانب پر دلیل قائم نہ ہو اسے جائز یا ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ شیخ ابومشور ماتریدی، عام محدثین اور اشعریہ سب کا یہی مذہب ہے۔ (شامیہ: ۱۶۱/۴)

(۱)۔ المذہب منصور ان الاصل فی الاشياء التوقف۔ (در مختار: ۱/۱۰۵)

(۲)۔ ان الصحيح من مذهب اهل السنة ان الاصل فی الاشياء التوقف۔

(حوالہ بالا: ۱۶۱/۴)

جن علماء کرام نے یہ قاعدہ (کہ اشیاء میں اصل جواز ہے) بیان فرمایا ان کے نزدیک بھی یہ شریعت آنے سے پہلے زمانے کے متعلق ہے کہ جب تک آخری شریعت نہیں آئی تھی تو افعال و اقوال اور دیگر امور میں اصل اباحت تھی، لیکن شریعت نازل ہونے کے بعد یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا بلکہ شریعت نازل ہونے کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس چیز کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں چنانچہ علامہ بحر العلوم اس مسئلے پر محققانہ گفتگو کے بعد بطور خلاصہ فرماتے ہیں:

”فاذا ليس الخلاف الا في زمان الفترة الذي اندرست فيه الشريعة

بتقصير من قبلهم (الى قوله) ولعل المراد من الافعال ما عد الكفر و لحو

فان حرمة في كل شريع بتين ظهور اتماما۔“

(نوايح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ۱/۴۹، ۵۰)

”وفي الشامية :

في شرح اصول لبز دوى للعلامة الاكمل : قال اكثر اصحابنا و اكثر

اصحاب الشافعى : ان الاشياء التي يجوز ان يردو الشرع بابا حتها و

حرمتها ، قبل و رودها على الاباحة و هي الاصل فيها حتى ابيح لمن

لم يبلغه الشرع ان ياكل ماشاء۔“ (شامی: ۱۶۱/۴)

شریعت کے وار ہونے کے بعد اموال کے متعلق یہ قاعدہ ہے عبادات کے متعلق نہیں۔

فی الشامية : في اصول البزدوى : بعد ورود الشرع الاموال على الاباحة

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح فرماتے ہیں:

”من اصر علی امر مندوب و جعله عزما و ثم يعمل بالخصه فقد

اصاب منه الشيطان بالاضرار فليكن من اصر علی بدعة او منكر“.

یعنی مستحب چیز پر ایسے اہتمام سے عمل کرنا کہ اس کو لازم کا درجہ دے دیا جائے یہ شیطان کی گمراہانہ چال کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ رنج اور باعث ثواب۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ کوئی شخص نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف گھومنے کو اپنے اوپر لازم سمجھ کر شیطان کو نماز میں حصہ نہ دے، کیونکہ (دائیں طرف گھومنا اگرچہ افضل ہے لیکن) نبی کریم ﷺ سے بائیں طرف گھومنا بھی ثابت ہے۔

علامہ کاسانی کے حوالہ سے جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ

”میت کیلئے دعا کرو اور اس کیلئے استغفار کرو“ اس سے جنازے کے فوراً بعد اجتماعی دعا کہاں ثابت ہے؟ اس میں تو صرف میت کیلئے دعا و استغفار کرنے کا حکم ہے، اس سے کون انکار کرتا ہے؟ ہر شخص ہر وقت انفرادی طور پر یہ کر سکتا ہے

علامہ کاسانی خود فرماتے ہیں:

”وليس في ظاهر المذهب بعد التكبير الرابعة دعاء سوى السلام“.

(بدائع: ۲/۳۲۳)

سوا گراں کے نزدیک سلام کے بعد دعا مستحب ہوتی تو ضرور اس جگہ اس کا ذکر فرماتے۔ عمیر بن سعید کے حوالہ سے حضرت علیؓ سے جو میت کیلئے دعا کرنا منقول ہے تو اس سے بھی مروجہ دعا ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اس سے انفرادی دعا کا ثبوت ہوتا ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ”جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کیلئے دعا کرو“ کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا بھی مروج دعا سے کوئی واسطہ نہیں، اس حدیث میں مذکور دعا سے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا مراد ہے۔ مطلب یہ کہ تم نماز جنازہ کے اندر میت کیلئے دعا جو پڑھتے ہو وہ مکمل اخلاص قلب کے ساتھ پڑھا کرو۔ اس کے علاوہ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دعا کہ الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن تم دل میں اس دعا کو میت کیلئے خاص کیا کرو۔ مشکوٰۃ المصابیح کے مشہور شارح ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے تحت یہی تشریح فرمائی ہے اور ان سمیت کسی محدث نے بھی اس سے جنازے کے بعد مروج دعا مراد نہیں لی بلکہ ملا علی قاریؒ نے حافظ ابن حجر شافعیؒ کا قول بھی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جانے والی دعا ہے۔ ملا علی قاریؒ چند صفحات کے بعد ایک دوسری حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنائز، لأنه يشبه الزيادة في صلاة

الجنائزہ“.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۳/۱۷۱، ۱۷۰)

یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا نہ مانگے، کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

اسی طرح بذل الحجو دشرح ابی داؤد میں بھی اس حدیث کی تشریح میں یہی لکھا گیا ہے کہ نماز جنازہ پڑھتے ہوئے میت کیلئے نہایت اخلاص سے دعا کرو۔ (بذل الحجو و: ۱۳۰/ ۱۷۰)

علاوہ ازیں اس حدیث کو امام ابوداؤد نے ”باب الدعاء للمیت“ اور صاحب مشکوٰۃ نے ”باب المشی بالجنائزہ و صلاة علیہا“ میں نقل فرمایا ہے، اور اس کے بعد ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن میں نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعائیں مذکور ہیں۔ ان حضرات کے اس صنیع سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث میں بھی دعا سے جنازے والی دعا مراد ہے نہ کہ الگ سے کوئی خود ساختہ دعا۔

مبسوط سرخسی کے حوالے سے عبداللہ ابن سلامؓ سے جو قول مذکور ہے اسی طرح عبداللہ ابن عباسؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ سے جو روایات منقول ہیں ان سب کا جواب یہ ہے کہ ان روایات کا مروجہ اجتماعی دعا سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ امام سرخسی نے ان روایات کو دعا بعد الجنازہ کے اثبات کیلئے ذکر نہیں فرمایا بلکہ وہ ان آثار سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ نماز جنازہ (جو درحقیقت دعا و استغفار ہی ہے) پڑھ لی گئی تو بعد میں آنے والوں کیلئے دوبارہ پڑھنا جائز نہیں، بلکہ مخصوص دعا (نماز جنازہ) فوت ہو جانے کی صورت میں انہیں صرف دعا اور استغفار کرنا چاہئے جیسا کہ خود علامہ سرخسی ان روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:

”والمعنی فیہ ان حق المیت قد تادی بفعل الفريق الاول فلو فعله الفريق الثاني كان تنفلاً بالصلوۃ علی الجنائزۃ و ذالک غیر مشروع“۔ (مبسوط: ج ۲: ص ۲۷)

تو اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ جو لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوں وہ جنازے کے اختتام پر اجتماعی حالت میں دعا کریں؟ نیز ان آثار میں یہ بھی مذکور نہیں کہ یہ حضرات نماز جنازہ ہونے کے کئی دیر بعد تشریف لائے؟ دفن سے پہلے یا دفن کے بعد، پھر اسی دن یا کچھ دن بعد؟ تو ان کی اس دعا سے جس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ کب ہوئی، نماز جنازہ کے متصل بعد کی جانے والی دعا کے اثبات پر استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ اگر یہ دفن کے بعد کا قصہ ہے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ دفن کے بعد انفرادی طور پر دعا کرنا جائز ہے اور ان افراد نے بھی انفرادی دعا ہی کی ہے نہ کہ آج کل کی مروج دعا کی طرح اجتماعی دعا جیسا کہ صاحب بدائع کی عبارت سے ظاہر ہے:

”وروی ان ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما فاتھما الصلوۃ علی الجنائزۃ فلما حضرا ما زاد علی الاستغفار لہ (بدائع الصنائع: ج ۲: ص ۳۳۸)

یہی مطلب عبداللہ ابن سلامؓ کے اس قول ”ان سبقتمونی بالصلوۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء“ کا بھی ہے یعنی عبداللہ ابن سلامؓ فرما رہے ہیں کہ اگر نماز جنازہ (مخصوص دعا) میں آپ لوگ مجھ سے بازی لے گئے کہ تم نے پڑھ لی اور میں شامل نہیں ہو سکا اور اس کا اعادہ بھی ممکن نہیں تو نفس دعا مغفرت میں تم مجھ سے سبقت نہیں لے جا سکتے، کیونکہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ تم کہ سو اور میں نہ کہ سو کوں بلکہ یہ دعا تمہاری طرح میں بھی کر سکتا ہوں اور میں کثرت سے ایسی پر غلوں دعا کروں گا کہ اس کی تلافی ہو جائے گی اور اس میں تم مجھ سے ہرگز سبقت نہیں لے

جاسکتے۔ عربیت کے قواعد سے وقف شخص پر اس قول کا یہ مطلب مخفی نہیں رہ سکتا کیونکہ ایسا کلام ایسے معنی عرب کے ہاں عام طور پر استعمال ہوتا ہے مشہور عرب شاعر مول بن امیل کہتے ہیں:

”حسب المحبین فی الدنیا عذابہم تاللہ لا عذبتہم بعدھا سقر“

اس کے معنی ہیں:

”کفی المبین العاشقین ما یلقونہ من عذاب فی حیاتہم ، اقسام باللہ جل و علا انہم لن یلقو عذابا فی جہنم (مغنی اللیب: ج ۱ ص ۱۷۱)

لہذا اس اثر کا بھی نماز جنازہ کے بعد مروج دعا کے بعد کوئی تعلق نہیں بلکہ اس سے صرف انفرادی دعائیں ثابت ہوتی ہے اور انفرادی دعا کے تمام اہل السنۃ والجماعت قائل ہیں۔ ان روایات کے علاوہ بھی مبتدین عام لوگوں کا ذہن خراب کرنے کیلئے من گھڑت دلائل پیش کرتے رہتے ہیں جو یا تو سند کے اعتبار سے قابل استدلال نہیں ہوتے بلکہ بعض ضعیف اور اکثر موضوع ہوتے ہیں یا ان کا مروج دعا سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ ان میں مطلق دعایا عبادت کی فضیلت کا بیان ہوتا ہے، جس سے ہیر پھیر کر مروج دعا کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے، لیکن اہل علم اور ان سے تعلق رکھنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ اس طرح کی ضعیف اور موضوع روایات سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح مطلق اور عام دلیل سے کسی مخصوص دعویٰ کو ثابت کرنا شرعاً و عقلاً کسی طرح بھی درست نہیں، بلکہ خاص دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کا خاص ہونا ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کے زمانے سے نماز جنازہ کی جو کیفیت منقول ہے، اس میں سلام کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ذکر نہیں۔ پس ان قرون ثلاثہ مشہود لہا بالظہیر میں نماز جنازہ کی جو شکل موجود تھی اسی پر عمل کی جائے اور اس پر ہونے والی زیادتی کو رسول ﷺ کے ارشاد: ”من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو رد“ اور ”فان کان محدثہ بدعة“ اور ”وکل بدعة ضلالة“ کی روشنی میں مردود اور گمراہی ٹھہرا کر رد کیا جائے۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد والہدٰی

شیر اور مرغ کی دوستی

ایک مرغ اور شیر کی دوستی تھی شیر نے کہا اگر کبھی ”گیدڑ“ تنگ کرے تو درخت پر چڑھ کر اذان دے دینا میں آجاؤں گا۔ ایک دن گیدڑ کو آتا ہوا دیکھ کر مرغ نے درخت پر چڑھ کر اذان دی نیچے گیدڑ کھڑا تھا اس نے کہا نیچے آجاؤ جماعت کروائیں، مرغ نے کہا صبر کرو امام کو آنے دو۔ تھوڑی دیر بعد ”شیر“ آگیا تو گیدڑ بھاگا مرغ نے کہا دوست آجاؤ جماعت کرائیں، امام آگیا۔ گیدڑ نے کہا:

”دیوبندی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی“

شیعت کا ترجمان کون؟

فاتح بریلویت حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب

مولوی محمد علی بریلوی بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ لکھتے ہیں کہ:

”موجودہ دور کے بعض سی مصنفین و واعظین کا جائزہ لینا اشد ضروری ہے کیونکہ ان کی تصنیفات اور وعظ ایسی باتوں سے بھرے پڑے ہیں جو مسلک شیعہ کی تائید و ترجمانی کرتی ہے۔“ (میزان الکتاب: ص ۵۷۹)

بریلوی عالم افتخار الحسن زیدی کی کتاب ”خاک کر بلا“ کے متعلق لکھتے ہیں:

”محرم الحرام کے دوران ہمارے کچھ سنی واعظین شہادت کے موضوع پر ایسا دردناک سماں باندھتے ہیں کہ شیعہ ذاکرین کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔“ (میزان الکتاب: ص ۵۸۰)

آگے لکھتے ہیں ان غیر محتاط واعظین نے مسلک اہلسنت کی حقانیت کو سخت نقصان پہنچایا۔“ (میزان الکتاب: ص ۵۸۰)

زیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اگر آپ کو آسمان سے جبرائیل بھی روکتا تو نہ رکتے (کر بلا کی طرف سفر سے)۔“ (خاک کر بلا: ص ۲۱۳)

مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ بات انہوں نے محض واعظانہ رنگ اور قصہ خوانی انداز میں لکھ دی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ایمان کیلئے خطرہ ہے۔“ (میزان الکتاب: ص ۵۸۵)

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی صاحب بریلوی نے سیدہ صغریٰ کو سیدنا امام حسینؑ کی صاحبزادی قرار دے کر چنگی ہونے کی وجہ سے ان کا مدینہ میں ٹھہرنا لکھا اور وہاں مدینہ طیبہ میں ان کی آہ و فغاں فریادیں دھاڑیں وغیرہ لکھیں حالانکہ یہ سب من گھڑت اور جھوٹی کہانیاں ہیں۔ اس واقعہ اور قصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولوی محمد علی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”صاحبزادہ صاحب نے اس دردناک انداز سے لکھا کہ شیعہ ذاکر بھی اسے پڑھ کر آنسو بہانا شروع کر دیں۔“ آگے لکھتے ہیں:

”واقعہ کر بلا کے بیان میں سنی واعظین اور شیعہ ذاکرین دونوں کا مقصد واحد رونا پٹانا ہے۔“ (میزان الکتاب: ص ۵۸۶)

آگے لکھتے ہیں:

”اس واقعہ کو جس طرح صاحب ”ادب صاحب“ نے تحریر کیا ہے بشرطیکہ کوئی ثقہ عالم نہ ہو تو بغیر ماتم کئے نہ رو سکے۔“ (میزان الکتاب: ص ۵۹۷)

یہی واقعہ مفتی حبیب یاکوفی بریلوی نے بھی نقل کیا ہے جس پر بریلوی زعماء کی تقریظیں ہیں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بریلوی بزرگ لکھتے ہیں کہ:

”آج کل کے سنی واعظین کے حرم کی تقریروں کی کامیابی کیلئے سیدہ صغری بنت حسین کا من گھڑت واقعہ زینت بنا ہوا ہے۔“ (میزان الکتاب: ص ۵۹۸)

آگے اس واقعہ کا خلاصہ بیان کر کے مفاسد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”خلاصہ صغریٰ بیچی تھی جس کو امام عالی مقام بیچی ہونے کی وجہ سے چھوڑ گئے تھے وہ ہر وقت روتی رہتی ہر کوفہ جانے والے لگا لپٹا درد ستانی اپنی داستان پیش کرتی وہاں جانے کی تمنا کرتی اور ایسے درد بھرے الفاظ کہتی کہ ہر سننے والا رونے لگتا اور کبھی یہاں مجھ غریب کا پوچھنے والا کوئی نہیں میں اکیلی غموں کی پہاڑ میں پھنسی ہوئی ہوں وغیرہ وغیرہ یعنی مدینہ منورہ میں جس قدر صحابہ کرام اور اہل بیت کے افراد تھے ان میں کسی کو اس بیچی پر ترس نہ آتا نہ اس کا کوئی پرسان حال ہوتا۔ اس“۔ (میزان الکتاب: ص ۶۰۲)

اگر یہ واقعہ سچا ہے تو پھر صحابہ کرام اور اہل بیت پر بدگمانی اور بد اعتمادی ہوگی جو بریلوی علماء ثابت کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ اختیار انھیں بریلوی کے متعلق بریلویوں کے جدید عالم لکھتے ہیں کہ:

”اختیار انھیں نے اپنی اس کتاب میں جو کربلا کے دسویں رات کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں نوہ خوانی اور مرثیہ خوانی کے ذریعہ خوب رو لائے چلانے کی کوشش کی ہے۔“ (میزان الکتاب: ص ۶۱۸)

حالانکہ ابوداؤد شریف میں نوہ کرنے والوں اور ولیوں پر لعنت کی گئی ہے۔ اور نبی پاک ﷺ نے مرثیوں کے لکھنے سے بھی منع فرمایا ہے مگر شیعوں حضرات کو یہ بات قبول نہیں اور یہ بنا سستی تھی جو کہ شیعہ ہیں یہ نوے اور مرثیوں پر کتابیں لکھ رہے ہیں فیما سلفا۔ یہی واقعہ بڑی دسوزی اور رنگینی کے ساتھ بریلوی عالم مولوی نوری قصوری نے ”باراں تقریریں“ میں اور مولوی شمس بریلوی جو کہ ”منظر الاسلام“ میں استاذ تھا اس نے ”مرقع شہادت“ میں اور مولوی صائم چشتی بریلوی نے بھی ”شہید ابن شہید“ میں نقل کیا ہے۔ تاکہ اس کو پڑھنے والوں میں غم حسین پیدا کیا جائے اور رونے لانے کی فضاء قائم ہو۔ بریلوی شیخ الحدیث نے حق گوئی کرتے ہوئے اس جدید بریلوی بزرگ صائم چشتی کے بارے میں لکھ دیا:

”صائم چشتی کی ایک اور تصنیف ”مشکل کشا“ ہے جو حضرت علی المرتضیٰ کی سوانح پر لکھی گئی ہے اس کتاب میں صائم چشتی نے حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق انہی عقائد و نظریات کا پرچار کیا جو ائمہ فاضلوں کے ہیں۔“

(میزان الکتاب: ص ۶۳۱)

آگے لکھتے ہیں:

”شہید ابن شہید خاک کربلا کی طرح من گھڑت داستانوں و حدود و شرعیہ کو پامال کرنے والے جملوں سے لٹی پڑی ہے۔“

بریلوی بزرگ صائم چشتی نے ”شہید ابن شہید“ میں یہاں تک لکھ دیا
 ”سیدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی تھی بال بکھرے ہوئے۔۔۔ الخ۔ صابروں کا امام بھی یہ منظر
 دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا حوصلہ کر کے آگے بڑھے بہن کی گری ہوئی چادر کو اٹھایا علی کی بیٹی کا سر ڈھانپ دیا جناب سیکینہ کو
 گود میں لیا۔۔۔ فرمایا بیٹی سیکینہ اٹھو جلدی کرو آخری ملاقات کرو آخری بار بار بابا کے سینے سے تپ لٹ جاؤ۔“

(شہید ابن شہید: ص ۳۱۵-۳۱۶)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بریلوی عالم لکھتے ہیں:

”سیدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی اور ان کے بال بکھرے ہوئے تھے“ کیا خاندان رسالت
 کی عظیم شہزادی کا یہ عمل قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے صراحہ خلاف نہیں۔۔۔ گویا صائم فعل آبادی اس نے
 بنیاد عبارت سے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف عمل کرنے والی ثابت کرنا
 چاہتا ہے۔ (میزان الکتاب: ص ۶۳۳)

آگے لکھتے ہیں:

”سیکینہ کو گود میں لینا۔۔۔ امام عالی مقام کی طرف انہیں منسوب کرنا کس قدر بے باکی اور گستاخی ہے
 --- سیدہ سیکینہ کو بیٹی نہیں کہ انہیں سینے سے لپٹ جانے کا کہا جائے انہیں بیٹی کہنا اور گود میں لینے کی بات کرنا
 قطعاً من گھڑٹ ہے آپ شادی شدہ ہیں اور ان کے خاوند عبداللہ بن حسین یہ دونوں (میاں بیوی) واقعہ کر بلا میں
 موجود تھے۔ (میزان الکتاب: ص ۶۳۵)

سیدہ سیکینہ کو سینے سے لگانے والی بات افتخار الحسن زیدی بریلوی نے بھی اپنی کتاب ”خاک کر بلا“
 میں لکھی۔ یہ پورا واقعہ نقل کر کے بریلوی شیخ الحدیث نے یہ فیصلہ دیا کہ یہ سب باتیں اور مکالمہ بازی افتخار الحسن
 صاحب کی اختراعی ہے اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو بہت سی گستاخوں سے بھری پڑی ہے۔ (میزان الکتاب
 ص ۶۳۸)

آگے لکھتے ہیں:

”ایسے بے اصل واقعات کو وقت آمیز لہجے اور رلانے کے انداز سے بیان کر کے وہ سنیت کی نہیں
 بلکہ شیعیت کی خدمت کرنے کے کیوں درپے ہیں۔“ (میزان الکتاب: ص ۶۳۹)
 مولوی محمد علی نے تحقیق سے یہ ثابت کیا کہ امام حسینؑ کے پاس کر بلا میں بھی سواری اوتھ تھے اور
 مدینہ سے چلتے وقت بھی نہ گھوڑے۔

آگے لکھتے ہیں:

”افسوس ہے ایسے سنی واعظین و خطباء پر جو اہل تشیع کیلئے گھوڑے ذوالجناح کا ثبوت اپنی تقاریر میں
 پیش کرتے ہیں۔“

پھر آگے لکھتے ہیں:

”ہمارے سنی حضرات درپردہ شیعوں کے گھوڑا نکالنے کی تائید کر کے ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں

”۔ (میزان الکتاب: ص ۶۲۳)

جبکہ بریلوی علماء نے گھوڑے پر بڑا زور دیا ہے دیکھئے کتاب ”شہادت نواسہ سید الابرار“ تاکہ ذوالجناح ثابت ہو جائے۔ امام مسلمؒ کے دو بیٹوں کا قصہ بریلوی مولوی محمد شفیع اوکاڑوی نے ”شامِ کربلا“ میں اور مفتی جلال الدین امجدی بریلوی نے ”خطبات محرم“ میں لکھا ہے اور صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی بریلوی نے ”سوانحِ کربلا“ میں لکھا ہے اس پر تبصرہ محمد علی صاحب کرتے ہیں:

”امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادوں کا واقعہ بھی من جملہ ان واقعات من گھڑت میں سے ہے جسے رلانے اور لوگوں کو دھاڑیں مار مار کر آنسو بہانے کیلئے واعظین اپنے واعظوں میں ذکرِ کریم اپنے خطاب میں اور غیر محتاط مصنف اپنی تعنیفات میں ذکر کرتے ہیں“۔ (میزان الکتاب: ص ۲۸۰)

بریلوی مسلک کی ریڑھ کی ہڈی ابو الحسنات قادری ہیں انہوں نے ”اوراقِ غم“ میں قصہ شہادتِ امام پاک بھی لکھا ہے اس کتاب کے متعلق بھی بریلوی بزرگ کی سنئے:

”اوراقِ غم میں بہت سی باتیں واعظانہ رنگ میں لکھ دیں جو عقائد اہلسنت کو مجروح کرتی ہیں۔“

(میزان الکتاب: ص ۷۲)

بریلوی عالم ابو الحسنات قادری نے اپنی کتاب اوراقِ غم میں یہ لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے سیدنا حسن کے صاحبزادے قاسم کو اپنی اپنے بھتیجے کے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کر دیا۔ (ملخصاً۔ اوراقِ غم: ص ۲۳۹) جبکہ ایک بریلوی بزرگ یوں کہتے ہیں:

”ابتداءً شیعہ ذاکرین نے پیسے بنور نے کی خاطر رونے پینے کے واقعات گھڑے پھر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ من گھڑت واقعات کتابوں میں لکھے جانے لگے انہی واقعات میں سے ایک واقعہ قاسم کی میدان کر بلا میں شادی کا واقعہ بھی ہے اسی طرح ہر آنے والے نے من گھڑت واقعہ میں مزید اضافہ کیا اور بات کا چنگو بنا دیا پھر شیعوں کی کتابوں مثلاً فاضل کاشفی سے جھوٹے واقعات اہل واعظین اسی غرض کے پیش نظر بیان کرنے اور لکھنے شروع کر دیے اور یوں ان نادانوں نے نادانستہ شیعوں کے اصول کو مضبوط کرنے میں بہت کردار ادا کیا اور خوب دنیا کمائی ان سنی واعظین نے مسلک اہلسنت کو نقصان عظیم پہنچایا شیعہ ذاکرین کی جگہ اب ان سنی واعظین نے لے لی۔“ (میزان الکتاب: ص ۲۹۷)

قارئینِ کرام! آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس دور میں ماتی جلوس اور نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی وغیرہ تمام برے کاموں کی اعانت بریلوی حضرات کر رہے ہیں اور یہ بات ہم ہی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے ہم مسلک مولوی محمد علی نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے اور پرکشی ثبوت بھی پیش کئے ہیں۔ اور ظلم بالائے ظلم تو یہ ہے کہ یہ بریلوی یہاں تک بھی لکھنا شروع ہو گئے کہ غم حسین میں رونے کا ثواب ذبحِ اسماعیل علیہ السلام پر جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا اتنا ملتا ہے۔ (اوراقِ غم) معاذ اللہ۔ تو پھر کیوں نہ سارا مسلک غم کی تصویر بنے یہ سب مہربانی ان رضا خانی حضرات کی ہے حالانکہ شریعتِ مطہرہ تو صبر کا حکم دیتی ہے نہ کہ ماتم بہرہ و ذو الجناح کا۔ اور ہمیں آفتاب کے چپکنے سے زیادہ اس بات پر یقین ہے کہ امام عالی مقام سید شباب اہل الجنۃ کے

مصدق نے کربلا کے میدان میں صبر محمل و حوصلہ کا مظاہرہ کیا اور کسی قسم کے غیر شرعی کام کا ان سے یا ان کے گھر والوں سے اس کا صدور ہمیں تسلیم نہیں بلکہ انہوں نے صبر کر کے انسانیت کو صبر کا عملی نمونہ دکھایا۔

مگر رضا خانی حضرات کو یہ باتیں قبول نہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ بریلوی عالم علامہ مقبول احمد رضوی شاہ دیوبند گجرات سے اپنے رسالہ ”سنی شیعہ بھائی بھائی کیسے؟“ لکھے ہیں کہ ہمارے کئی نوجوان ساتھیوں کو لگے ہیں کہ بریلوی شیعہ دینی میں فرق نہیں کرتے۔ تو ہم ان لوگوں کو دعوت دیں گے تو پھر آؤ ہمارے ساتھ چلیں یہاں محمد اللہ فرق ہے۔ اور ہم آپ کو سنت طہیہ والی پاکیزہ و مطہر زندگی سمجھائیں گے نہ کہ رسومات و بدعات والی۔ اللہ ہم سب کو رستم، رواج و بدعات سے بچائے۔ آمین۔

شر پسندوں کو لگام دی جائے.....!

ملک بھر کے مختلف شہروں میں امریکی فنڈز اور حجاج کرام کے پیسے کھانے والے رضا خانیوں کی جانب سے اہل سنت کی مساجد پر حملے اور قبضے کی ہم پر زور نہ مت کرتے ہیں، حکومت ایسے عناصر کو لگام دے ورنہ اہل سنت خود فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

نور سنت ترقی کی طرف گامزن

نور سنت کے صفحات بڑھانے پر بھی غور ہو رہا، امید ہے کہ قارئین اور ایڈیٹ حضرات رسالہ کے ساتھ تعاون فرمائیں گے، اس بارے میں اپنی آراء بذریعہ مکتبہ اس نمبر پر بھیجیں

0312-5860955

قہر حق بجواب کلمہ حق منگوانے کے لیے رابطہ کریں 03027051716

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت کا جائزہ (قسط ششم)

محقق اسلام حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب

نور سنت شمارہ ۴ میں احادیث کے نقل کرنے میں احمد رضا کی غلطیوں کی تعداد ۲۶ تک ہوئی تھی، شمارہ نمبر ۵ میں ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ کے بجائے ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵ شائع ہو گیا تھا، قارئین تھجج فرمائیں..... ادارہ

(۳۲) حدیث میں لفظ ”منہم“ کا اضافہ

امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں تشریف لئے جاتے تھے ایک بد مذہب ملا۔ امام سے کہا میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں فرمایا میں سنتا نہیں چاہتا اس نے کہا صرف ایک بات آپ نے چھنگلیا کے پہلے پورے پراگٹھا رکھ کر فرمایا ”ولا نصف کلمۃ“ آدھی بات بھی نہیں سنوں گا لوگوں نے سب پوچھا فرمایا از ایثاں منہم ہے۔

(ملفوظات: حصہ ۴، ص ۳۰۶۔ نوری کتب خانہ)

اصل حدیث

اس جگہ احمد رضا خان نے حدیث کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور ان لفظوں کے ساتھ ہمیں حدیث نہیں ملی سنن داری میں یہ روایت موجود ہے لیکن اس کے بھی صرف اتنے الفاظ ہیں:

”ان رجلا سال سعید بن جبیر عن شیء فلم یجبه فقیل له فقال ”از ایثاں“۔

(داری: باب اختاب عن اهل الهواء حدیث ۳۹۹۔ ج: ۱، ص ۱۲۱)

حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا ”از ایثاں“ یہ فارسی کا لفظ ہے جس کا اردو میں معنی بنتا ہے ”ان میں سے“ اور عربی میں اس کا معنی ہے ”منہم“ حضرت سعید بن جبیرؓ نے جب یہ جواب دیا تو کسی محشی نے لفظ ”ایثاں“ کا عربی میں ترجمہ ”منہم“ لکھ دیا اور احمد رضا خان نے غلطی سے اسے بھی حدیث ہی کا جملہ کچھ کر نوٹ کر وادیا۔

(۳۳) بنور اللہ کو من نور اللہ سے بدل دیا

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر من نور الله

مسلمان کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(ملفوظات: حصہ ۴، ص ۹۷۔ حامد اینڈ کمپنی لاہور، ص ۱۲۲ پروگریسو کس لاہور)

حدیث شریف کے اصل الفاظ

حالانکہ حدیث شریف کے اصل الفاظ اس طرح ہیں

قال رسول اللہ ﷺ اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله

(جامع ترمذی: ج ۲: ص ۶۱۴۔ ابواب النفیر۔ باب سورة الحج حدیث ۳۱۳۸)

اس حدیث میں احمد رضا خان صاحب نے لفظ ”ب“ (حرف جارہ) کو ”من“ سے تبدیل کر دیا۔ اتنی عام اور مشہور حدیث میں غلطی کرنا احمد رضا خان کے ”ضعف حافظہ“ اور کندہ بینی کی علامت ہے، اور ساتھ ہی بریلوی محدث کیلئے نازیبا نہ عبرت ہے جو کہتا ہے کہ احمد رضا خان کی زبان و قلم نقطہ برابر خطا کرے خدا نے اسے ناممکن فرما دیا۔

(۳۴) حدیث ربوا میں خطرناک غلطی

حدیث میں ہے من اكل درهم ربوا وهو يعلم انه ربوا فكانما زني بامه

ستا و ثلاثين مرة۔

جس نے دانستہ ایک درہم سوکھایا گویا اس نے چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا۔

(ملفوظات: حصہ دوم: ص ۲۱۳۔ نوری کتب خانہ)

اصل حدیث

احمد رضا خان نے اس حدیث کا حوالہ نہیں دیا جبکہ مشکوٰۃ میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے

قال رسول الله ﷺ درهم ربوا ياكله الرجل وهو يعلم اشد من ستة

وثلاثين زنية

(مشکوٰۃ المصابیح: ج ۱: ص ۲۴۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سو کا ایک درہم جسے آدمی سوکھائے ہوئے کھاتا ہے وہ چھتیس زنا سے زیادہ سخت ہے۔

حدیث میں کی گئی غلطیاں

(۱) احمد رضا نے اپنی نقل کردہ حدیث میں ”یا کله الرجل“ کا لفظ حذف کر دیا۔

(۲) اور حدیث میں اپنی طرف سے لفظ ”من اكل“ کا اضافہ کر دیا۔

(۳) اصل حدیث میں ”یعلم“ کا مفعول مذکور نہیں تھا لیکن احمد رضا نے ”انہ ربوا“ کو مفعول بنا کر اپنی

طرف سے اس کا اضافہ کر دیا۔

(۴) حضور ﷺ نے یوں فرمایا تھا:

”اشد من ستة و ثلاثين زنية“

مگر احمد رضا خان نے سوء حافظگی بنیاد پر اسی طرح نقل کر دیا

”فكانما زني بامه ستا و ثلاثين مرة“

ترجمہ: تو گویا اس نے اپنی ماں سے چھتیس بار زنا کیا

(۵) اصل حدیث میں ”بامہ“ (اپنی ماں سے) کا کوئی لفظ مذکور نہیں تھا لیکن احمد رضا خان نے حدیث میں اس جملہ کا اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔

(۶) رسول اکرم ﷺ کے ارشاد فرمودہ جملہ میں ”اشد“ مذکور تھا لیکن احمد رضا خان نے اس لفظ کی جگہ لفظ ”فکانما“ لکھ دیا جس سے حدیث کے معنی میں یہ تبدیلی پیدا ہو گئی کہ:

نبی اکرم ﷺ تو سود کے ایک درہم کو چھتیس زنا سے زیادہ سخت (گناہ کا باعث) قرار دے رہے تھے، اور احمد رضا خان نے سود کے ایک درہم کو چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کے برابر قرار دے دیا (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

(۷) اور احمد رضا خان صاحب نے ترجمہ بھی حدیث کے انہی الفاظ کا کیا ہے جو اس نے نقل کئے تھے جس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ غلطی کسی کاتب یا ناشر وغیرہ کی نہیں بلکہ خود احمد رضا خان کی ہے ایک ہی حدیث میں اس قدر غلطیوں سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ احمد رضا خان صاحب کی تعریف میں غلو کرنے والے احمد رضا خانی جو کہتے ہیں کہ ”احمد رضا خان کو چودہ برس کی کتابیں حفظ تھیں“

بالکل غلط اور غیر مناسب تعریف کا ارتکاب ہے جس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔

(جاری ہے)

رد بریلویت پر مندرجہ ذیل کتب دستیاب ہیں

(۱) ہدیہ بریلویت (۲) بریلویوں کی شیطان سے محبت (۳) احمد رضا خان کے بانی بریلوی (۴) صراطِ مستقیم پر اعترافات کا جائزہ (۵) روسیدِ مناظرہ کو باث (۶) تحریک پاکستان میں علمائے دیوبند کا کردار (۷) مروجہ محفلِ میلاد (۸) اظہارِ حقیقت میں تاخیرِ جرم ہے۔

کتابیں منگوانے کیلئے رابطہ کریں 03125860955

بریلویوں کی مندرجہ ذیل نایاب حوالہ جاتی کتب دستیاب ہیں

(۱) تذکرہ مظہر مسعود (۲) فتاویٰ مظہریہ (۳) مکتوب ابوداؤد بنام ابوالہلال

منگوانے کیلئے رابطہ کریں 03027051716

انا للہ وانا الیہ راجعون

ملک کی مشہور اور عظیم دینی درس گاہ جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی کے قابلِ فخر استاذ حدیث حضرت مولانا اسماعیل صاحب کی شہادت، مولانا فیاض طارق کی دادی محترمہ، قاری غلام یاسین کے والد بزرگوار اور علامہ نور الحسن قادری کی والدہ محترمہ اور حافظ توقیر احمد کے بھائی کے انتقال پر ادارہ نور سنت ان کے غم میں برابر کا شریک ہے

جہالت عذاب ہے

از: مولانا محمد اسماعیل محمد ابراہیم (قطر)، مرسل: قاری غلام یسین

کسی گاؤں میں ایک نکما شخص رہتا تھا جو کھنہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑا مکار بھی تھا۔ ایک روز اس نے سوچا کہ مجھے کوئی ایسا کام کرنا چاہئے جس سے مفلسی اور تنگدستی سے نجات مل جائے یہ سوچ کر وہ شہر آیا اور کسی آسان دھندے کی تلاش میں ادھر ادھر گھومتا رہا، گھومتے پھرتے اس نے ایک ناپینا شخص کو بھیک مانگتے دیکھا، اسے یہ کام آسان لگا۔ اس نے سوچنا شروع کیا کہ میرا یہ دھندا کیسے کامیاب ہوگا، مجھ جیسے بٹے کئے اور تندرست کو کون بھیک دے گا؟ کافی سوچ بچار کے بعد اس مکار کو ایک ترکیب سوچی۔ وہ یہ کہ وہ خود کو اندھا ظاہر کرے اور شہر کے اس اندھے بھکاری کے ساتھ مل کر بھیک مانگے۔ چنانچہ وہ ناپینا بھکاری سے ملا اور کہا کہ بھائی آپ بھی آنکھوں سے معذور ہیں اور میں بھی۔ کیوں نہ دونوں مل کر یہ دھندا کریں۔ اتفاق میں بڑی برکت ہوتی ہے، اس طرح سے لوگ زیادہ خیر اپت دیں گے۔ جو کچھ ملے گا برابر بانٹ لیا کریں گے اندھے نے ہاں بھری اور دونوں نے بازاروں کا چکر لگانا شروع کیا۔ دن بھر بھیک مانگتے رہے جب رات ہونے لگی تو دن بھر کی کمائی تقسیم کرنے کے ارادے سے شہر سے باہر نکل گئے۔ اس کھٹو اور مکار شخص نے سوچا کہ میرا ساتھ اندھا ہے اسے کچھ نظر تو آتا نہیں۔ میں تقسیم کے وقت تھوڑی سی رقم اسے دے دوں گا باقی خود رکھ لوں گا، ادھر اس اندھے کو بھی یہی خیال آیا، اس نے بھی ایسا ہی کرنے کا پروگرام بنایا۔

چنانچہ جب دونوں آبادی سے دور چلے گئے تو ناپینا بولا یا مجھے زور کا پیشاب آ رہا ہے پیشاب سے فارغ ہوں پھر رقم بانٹ لیں گے۔ یہ کہہ کر وہ کچھ فاصلہ پر چلا گیا اور تھیلے سے رقم نکال لی تاکہ کچھ رقم چھپالے۔ یہ دونوں کے ٹٹولنے اور حساب کرنے میں مصروف تھا اور وہ مکار اور کھٹو سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ میرا اندھا ساتھی بھی وہی کچھ کرنا چاہتا ہے جو میرا پروگرام تھا۔ اس نے آندھے کو آواز دی ارے بھائی؟ کہاں چلے گئے؟ کیوں اتنی دیر لگادی۔ اندھے نے کوئی جواب نہ دیا۔ لمحہ دو لمحہ بعد یہ مکار اور نوسر باز زور زور سے کہنے لگا کہ:

”اے اللہ میں معذور ہوں اندھا ہوں۔ دن بھر گلیوں اور بازاروں کا چکر لگا تا رہا۔ میرا ساتھ مجھے دھوکہ دیکر چلا گیا۔ کچھ معلوم نہیں وہ کس طرف نکل گیا۔ اے اللہ میں زمین پر ہاتھ مارتا ہوں

”تجھے لا جواب حافظے والے مرشد کا واسطہ“

ایک ڈھیلا میرے ہاتھ میں آجائے۔“

یہ کہہ کر اس نوسر باز نے زمین پر سے ایک ڈھیلا اٹھالیا پھر کہنے لگا
”خدا یا! میں یہ ڈھیلا پھینکنے لگا ہوں“

”تجھے ہمارے امام بھکڑ خان کا واسطہ“

میرا سہمی جہاں بھی ہو یہ ڈھیلا اس کی گردن پر لگے۔

یہ کہہ کر اس نے اندھے کی گردن کو نشانہ بنایا اور ڈھیلا پھینک مارا۔ ڈھیلا گردن پر لگا چوٹ لگی اندھے نے گردن کو سہلایا اور اس جگہ سے تھوڑا سا ہٹ کر پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ لمحہ لمحے گزرے ہوں گے کہ اس مکار نے پھر پہلے والے جملے بول کر زمین پر سے ڈھیلا اٹھایا اور کہا کہ:

”اے خدا! تجھے

”میرے امام و پیشوا کا واسطہ جس نے ساڑھے تین برس کی عمر میں طوائف کے سامنے

نگاہوں کر ان پر سکتے طاری کر دیتا تھا“

میرا نشانہ خطانہ جائے اور اب کے ڈھیلا میرے دھوکے باز سہمی کی کمر پر لگے۔

یہ کہہ کر اس نے اندھے کی کمر کو تاک کر پوری قوت سے ڈھیلا مارا ڈھیلا کمر پر ہی لگا اندھے کو بڑی تکلیف ہوئی مگر لالچ کا مارا اپنی حرکت سے باز نہ آیا نوسر باز اور مکار نے پھر سے پہلے والے جملے بولے۔ زمین پر سے ڈھیلا اٹھایا اور کہا:

”اے اگر کھاتوڑ بابا، تیری دہائی، تیرے آسرے پر ڈھیلا مارنے لگا ہوں میرا نشانہ خطا

نہ جائے اور میرا عیار سہمی جہاں کہیں بھی ہو یہ ڈھیلا اس کے سر پر لگے۔

اب اندھا بیچارہ گھبرا گیا، ضعیف الاعتقاد اور جاہل اندھے کو یقین ہو گیا کہ میرا سہمی نہ صرف یہ کہ کسی پہنچی ہوئی سرکار کے دامن سے وابستہ ہے بلکہ خود بھی پہنچا ہوا ہے۔ کیونکہ آنکھیں نہ ہونے کے باوجود اسے ڈھیلا بھی مل جاتا ہے اور پھر میرے بدن کے جس حصے کا نام لیتا ہے ڈھیلا وہیں آگلتا ہے چنانچہ اس نے اپنے نوسر باز سہمی سے کہا اے اللہ کے پیارے مجھے معاف کر۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ مجھ سے غلطی ہوئی، میں بہت بڑی گستاخی کا مرتکب ہوا، میرے جرم سے درگزر فرما۔ آج کے بعد میں بھی آپ کا اور میری کمائی بھی آپ کی۔

پھر کیا ہوا؟ اندھا بیچارہ دن بھر اکیلا در بدر پھرتا بھیک جمع کرتا رہتا اور شام کو دن بھر کی کمائی اس نیکے نوسر باز کے قدموں میں ڈال دیتا نہ صرف یہ بلکہ رات کو کافی دیر تک اس عیار و مکار کے پیچھے دایتر ہتا کیونکہ وہ اپنے اندھے پن کی وجہ سے اس نوسر باز و عیار کو خدا اور پہنچی ہوئی سرکار سمجھنے لگ گیا تھا۔

جیسے آنکھوں سے محروم اس بھکاری نے ایک چالاک دھوکے باز کو بزرگ یقین کر لیا تھا بالکل اسی طرح جو بیچارے علم کی روشنی سے محروم ہوتے ہیں اور جہالت کی تاریکی ان کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہوتی ہے وہ بھی نوسر بازوں، ٹھگلوں اور عیاروں کی نیک اور اللہ والا سمجھ کر ان کے چال میں پھنس جاتے ہیں پھر نوسر باز لٹیرے اور بد معاش ایمان کے ساتھ ساتھ ان بیچاروں کی دولت بھی لوٹتے رہتے ہیں اور عزت بھی۔ اللہ تعالیٰ سادہ لوح بے علم مسلمان بھائیوں کی ایسے ڈاکوؤں سے حفاظت فرمائے انہیں علم کی روشنی نصیب کرے تاکہ وہ ٹھگلوں اور خداوا لوں میں امتیاز کر سکیں حقیقی اور جعلی اماموں کو پہچان سکیں۔ درودخوانوں اور درود فروشوں میں فرق کر سکیں اور اپنا ایمان، اپنی عزت اور اپنی دولت مذہبی بازگیروں کی دست برد سے محفوظ رکھ سکیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا حکیم برکات احمد صاحب (جن کو بریلوی اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں) نے کیا خوب کہا کہ:

”اکابر علماء کا یہ طریقہ ہے کہ جو کسی عالم کی تصنیف میں غلطی ہو جائے تو اس کو حتی الامکان بتاتے ہیں اگر صحیح ہو تو فہو المراد اور اگر وہ غلطی صحیح نہ ہو سکے تو مصنف کو برائی سے یاد نہ کرے چہ جائے کہ اس کو کافر کہیں اگر تقویۃ الایمان میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس کو حتی الامکان صحیح کرنا چاہئے اگر صحیح نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ دے مصنف کتاب کو کافر نہ کہے یہ متقدمین علماء کے خلاف ہے اگر تقویۃ الایمان سمجھ میں نہیں آتی تو اس کو مذہب کہیں۔“

(مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت و علوم، ص ۱۹۰: برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۹۳)

اہل علم پر یہ بات خوب واضح ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی محکمتوں اور قدرت کاملہ کو بیان کرنا ہے اور اس کے مقابلے میں مخلوق کی عاجزی ضعف اور کمزوری کو بیان کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی بات کو بیان کرنے کیلئے جس پیرایہ کو اختیار کیا ہے وہ ہرگز کسی ولی یا نبی کی توہین پر مبنی نہیں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے فاسد عقائد کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَآلِهٖ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۚ جَنَ كُودًا نَ عَقْل دى ه ه جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ معاذ اللہ قابل ہلاکت اور عذاب کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے صرف ایسے معتقدوں کے گمان فاسد کے رد کیلئے ایسی تنبیہ اور زجر فرمائی ہے کہ وہ لوگ عقیدہ باطل سے توبہ کریں اور خدائے قہار و جبار کا حکم بجالائیں تو صاحب تقویۃ الایمان نے جاہل عوام کے گمان باطل اور زعم فاسد کا رد کیا ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں مخلوق یا فلاں، ہستی جو چاہیں سو کریں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں وہ مختار کل ہیں خدائی اختیارات کے مالک ہیں تو ایسے لوگوں کے گمان کو رد کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ غور فرمائیں کہ یہاں بیان دو نسبتوں کا ہے ایک تو نسبت مخلوق کی خالق سے ہے اور دوسری نسبت ایک مخلوق کی دوسری مخلوق سے اور یہاں پہلی نسبت کا بیان ہے گویا مقصود صاحب تقویۃ الایمان کا صرف یہی ہے کہ نسبت مخلوق کے مراتب کی خالق کے مراتب کی نسبت کے ساتھ بالکل کچھ بھی نہیں ایک ذرہ برابر بھی مخلوق کا مرتبہ خالق کے مراتب کے آگے نہیں اس واسطے کہ تمام مخلوق حادث محتاج ہے قدیم پیدا کرنے والے قدرت کامل رکھنے والے کی اس سے اس کو کچھ بھی مناسبت و مشابہت نہیں ایسے کھٹلہ شے اس کی توشان یہ ہے کہ اذا راد ا شینا ان یقول لکن فیکون پس صاحب تقویۃ الایمان کا یہ قول ہے کہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے بہت بجاور بالکل درست ہے کیونکہ ہر موجد مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ اس عزیز و ذائقہ کے آگے ہر مخلوق ذلیل یعنی نہایت ضعیف اور عاجز بے سرو سامان ہے۔ یہاں ذلت کا لفظ بھی اسی لئے استعمال کیا گیا کہ اس کی نقیض عزت ہے جس کے معنی قوت اور وہ دائمی قدیم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں وہ خود فرماتا ہے کہ میں ذلت سے منزہ و دبیر ہوں و لسم یکن لہ ولی من الذل یعنی وہ رب ایسا نہیں کہ اسے کسی ذلیل یعنی کمزور کی حاجت ہو۔

پس وہ خالق بے نیاز و غنی ہے اور ہر مخلوق سراسر احتیاج و محتاج ہے اس ذات کے ساتھ اس کی کسی طرح برابری شرکت اور مقابلہ نہیں کیونکہ وہ خالق مطلق اور رزاق برحق ہے ازل سے ابد تک عزیز و قوی و مالک الملک قاہر و غالب قدیم ہے و لہ الکبریاء فی السموت والارض اور حدیث قدسی الکبریاء ردائی و العظمتہ ازاری اس عزیز السلطان کی شان ہے۔

چنانچہ وہ خود اپنی شان کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کل من فی السموت والارض الا اتی الرحمن عبدہ ۱۱ آیت کی تفسیر میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد بن نفیسیؒ فرماتے ہیں:

ای خاصعاً ذلیلاً منقاداً۔ (تفسیر نفیسی ج ۲، ص ۳۵۴، دارین کثیر بیروت)

اور صاحب جلالین نے تو صاف تصریح کر دی کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی داخل ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

ای ذلیلاً خاصعاً یوم القیامۃ منهم عزیز و عیسی۔ (جلالین، ص ۲۶۰)

آخر یہ معترضین صاحب جلالین پر کوئی فتویٰ کیوں نہیں لگاتے جو ان اولوالعزم انبیاء کا نام لیکر لفظ ”ذلیل“ کی نسبت ان کی طرف کر رہے ہیں۔۔۔؟؟؟؟ ان پر فتوے کیوں نہیں۔۔۔؟؟ کسی نے کیا یہی خوب کہا

ہنر پنجم عداوت قبیح تر باشد
حسد بخاسد طبع فصیح تر باشد

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبد کے معنی ذلیل کے لکھے ہیں تو ان پر کوئی فتویٰ کیوں نہیں جس طرح ان کا مقصد تو یمن نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ اس واحد القہار ذات کے سامنے تمام مخلوق ہے وہ ضعیف و ناتواں ہے جس کو ذلیل سے تعبیر کیا ہے پس یہی مقصود تقویۃ الایمان کی اس عبارت کا ہے حیرت تو یہ ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے نہ تو کسی ولی کا ذکر کیا نہ نبی کا مگر پھر بھی وہ گستاخ اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا نام لکھ کر یہی الفاظ استعمال کر رہے ہیں مگر پھر بھی فتویٰ نداد۔

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لو گے تم بھی کل اس کی کیا سزا پاؤ گے

تو اگر صاحب تقویۃ الایمان نے مخلوق کی کمزوری و عاجزی کو ثابت کرنے کیلئے عام مخلوق کیلئے چمارکا لفظ استعمال کر دیا تو کون سا جرم کر دیا؟

شیخ سعدی بھی اسی تہا عزیز و جبار کی شان میں فرماتے ہیں کہ

گر بخشر خطاب قہر کنند
انبیاء را چ جائے معذرت است

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ و جال کی نیند کو پیارے آقا ﷺ کی نیند سے تشبیہ دے دی تو احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اقول لقد تقلت هذه الکاف علی“

(فتاویٰ رضویہ: ج ۱: ص ۱۳۰۔ سنی دارالاشاعت ۱۹۶۷)

غور فرمائیں تو یہ کہہ کر عبارت سے صرف نظر کیا جا رہا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کاف سے تشبیہ دینا میرے مزاج پر بہت بھاری گزرا لیکن اگر اس طرح کے پیرائے علمائے دیوبند کی کتابوں میں عام مخلوق کیلئے استعمال کرنے جائیں تو فوراً کفر کے فتوے ہائے انبیاء علیہم السلام کی گنتی ختم کر دی۔۔۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس قہار و جبار ذات کی کبریائی اور مخلوق کی بے چارگی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”و اما معرفت دوم آن بود کہ از صفت وی تخیر و دلکس از ناباکی و قدر آن خیزد کہ از وی من ترسد، چنانچہ کسی در چنگال افتد و بترسد، نہ از گناہ خویش لیکن از آنکہ صفت شیریں دانند کہ صفت وی ہلاک کردن است و آنکہ بہ وی و بہ ضعیفی وی بیچ پاک ندارد، و اس خوف تمام تر و فاضل تر، و ہر کہ صفات حق تعالی شناخت و جلالت و بزرگی و توانائی و بے باکی وی بد اس آنت کہ اگر ہمہ عالم ہلاک کنند و جاوید و دوزخ دارد، یک ذرہ از مملکت وی کم نشود و آنچہ آن رازقت و شفقت گویند از حقیقت آن ذات اومنزہ است، جائی آن بود کہ بترسد و اس ترس انبیاء را نیز بود اگرچہ دانند کہ از معصیت معصوم اند و ہر کہ بخدائے تعالی عارف تر بود ترساں تر باشد و رسول اللہ (ﷺ) از اس گفت ”من عارف ترین شام بخدائے و ترساں ترین و برائے اس گفت اما بخشی اللہ من عبادہ العلماء، و ہر کہ جاہل تر بود ایمن تر بود و وحی آمد بدادود (علیہ السلام) کہ یاد اود از من چنان ترس کہ از شیر خستگین تر سی۔ (کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۴۰۱، ۴۰۲، طبع تہران)

ترجمہ: معرفت کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے عیوب اور معاصی کے باعث یہ خوف نہ ہو بلکہ وہ جس سے ڈرتا ہے اس کی بے باکی اور قدرت اس کی معرفت کا سبب بنی ہو، مثلاً جب کوئی آدمی شیر کے پیچھے میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ اپنی غلطی اور کوتاہی کے سبب سے نہیں ڈرتا بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوتا ہے کہ شیر درندہ جانور ہے اور اس کو پیچھے میں گرفتار ہونے والے کی کمزوری کی کچھ پرواہ نہیں، یہ خوف بہت فضیلت رکھتا ہے، پس جس نے اللہ کی صفت قدرت کو پہچانا اس کی بزرگی قوت او بے پروائی کو جانا اور سمجھ گیا کہ اگر وہ سارے عالم کو ہلاک کر دے اور ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رکھے تو اس کی بادشاہت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہوگا اور بے جا نرمی و شفقت بے جا ہے اس کی ذات پاک ہے تو یقیناً وہ ڈرے گا ایسا خوف انبیاء کرام کو بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں اور جس شخص کو یہ درجہ معرفت جس قدر زیادہ حاصل ہوگا وہ اسی قدر (اس ذات بے نیاز سے) زیادہ ڈرنے والا ہوگا اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً میں تم میں سب سے زیادہ اپنے رب کی معرفت رکھنے والا ہوں اور تمہاری نسبت سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا بھی ہوں اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بندوں میں سب سے زیادہ ڈرنے والے اہل علم ہی ہیں

اور جو اس کے عرفان ذات و صفات سے جس قدر بے بہر اور جاہل ہوگا وہ اس کی ذات سے اتنا ہی زیادہ بے خوف ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اے داؤد! مجھ سے ایسا ڈر جیسے شیر سے ڈرتا ہے۔

امام غزالیؒ کی روحانی و علمی وجاہت کا کوئی جاہل ہی منکر ہو سکتا ہے جب انھوں نے اللہ کی قدرت کاملہ اور اس کی بے پرواہ ذات کی بڑائی و کبریائی کو ثابت کرنے کیلئے بھیڑے اور درندے کی مثال دے دی اور نبی کریم ﷺ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ناموں کی اس میں تصریح کر دی تو اگر شاہ صاحب نے مخلوق کیلئے چار کی مثال دے دی یا ذلیل کا لفظ استعمال کر لیا تو کیا جرم کیا؟۔

غرض اس طرح کی مثالیں معاذ اللہ کسی کی توہین یا تنقیص کو بیان کرنے کیلئے نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی طاقت و قدرت اور مخلوق کی بے بسی کو ظاہر کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہیں حضرت شاہ صاحب نے جو اسلوب اختیار کیا وہ قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب بیان کے عین مطابق ہے۔۔۔ تو پھر آخر یہ دشمنی صرف شاہ صاحب سے ہی کیوں؟؟؟

شاہ صاحب کی عبارت میں ”آگے“ کا لفظ ہے جس کا عام معنی ”مقابلہ“ ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ چاند کی سورج کے آگے کیا حیثیت ہے یعنی چاند کی سورج کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ صدر کے حکم کے آگے تھانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ صدر کے حکم کے مقابلے میں تھانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی عبارت میں آگے کا لفظ اسی مقابلہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی خالق کے مقابلہ میں۔

اسی طرح ”ذلت“ کے لفظ کے متعلق وضاحت کر دوں کہ ذلت کے معنی ضعف کمزوری قلت کے ہیں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الذل ما كان عن القهۡر۔ يقال الذل والقل و الذلة والقلۃ (مفردات القرآن، ص ۱۳۶)

غرض ذلت کے معنی کمزور، عاجز ناتواں ہونا دوسرے کے مقابلے میں، اور عزت کے معنی قوت و غلبہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت ولقد نصرکم اللہ بیدروا و انتم اذلة کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال صاحب الکشاف الاذلة جمع قلة۔۔۔ انه تعالى قال و الله العزة و لرسوله و للمؤمنين فلا بد من تفسير هذا الذل بمعنى لا ينافي مدلول هذه الآية، و ذالك هو تفسيره بقلة العدد و ضعف الحال و قلة السلاح و المال و عدم القدرة على مقاومة العدو و معنى الذل الضعف عن المقاومة و نقيضه العز و هو القوة و الغلبة.

(تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۲۲۸)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس آیت کی تفسیر اور معارضے میں قرآن پاک کی ایک اور آیت و لله العزة و لرسوله و للمؤمنين کو پیش کر کے اس کا جواب دیا

بریلویوں کے مناظر اعظم عمر اچھروی نے بھی مقیاس خفیت میں اسی آیت کو تقویۃ الایمان کی اس عبارت کی تفسیر میں پیش کر کے دیا وہ کیا مگر شاہ صاحب کی کرامت تو دیکھئے کہ اس کا جواب امام رازی نے اس وقت دے دیا جب ابھی عمر اچھروی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مخلوق خالق بدیع السموات کے قوت و غلبہ و عز کے مقابلے میں بلا ریب ذلیل ہے یعنی ذرہ کے مانند ضعیف و ناتواں کس قدر افسوس کی بات ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تو کفار مشرکین اور عاجز مخلوق کے مقابلے میں ذلیل کہا جا رہا ہے مگر وہی اسلوب جب شاہ صاحب مخلوق اور خالق کے درمیان نسبت کو بیان کرنے کیلئے اختیار کریں تو کفر گستاخی تو بین کے فتوے۔

تفسیر ابوسعود میں ہے کہ:

اذلة جمع ذلیل و انما جمع قلة للايذان بالتصفاهم حينئذ يوصى القلة والذلة اذا كانوا ثلاثمائة و بضعة عشر و كان ضعف حالهم في الغاية (تفسیر ابوسعود، ج ۱، ص ۴۰۹)۔

پس قرآن شریف اور تفسیروں سے واضح ہوا کہ اس مالک الملک نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بسبب ضعف و قلت مال کے کفار کے مقابلے میں ذلیل فرمایا تو مخلوق اس مالک الملک کی عزت کا ملہ و سلطنت قاہرہ تلے آگے اور قوت باہرہ کے سامنے کیوں کر ضعیف و نحیف و ذلیل نہ گئے جائیں اس لئے کہ ذلت و ضعف محتاج انسان کا نشان ہے اور فرمان رب اس پر ذلیل ہے وہ خود فرمانا خلق الانسان ضعیفا اور یہ شان تو اسی کی ہے هو القاهر فوق عباده۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے بادشاہ اور چمار کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ یہاں ذلیل کے معنی کمزور ضعیف اور بے وسرمان کے ہیں نہ کہ حقیر، کمینہ اور بے عزت جیسا کہ بریلوی حضرات لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ موچی بادشاہ کے مقابلے میں کمزور، ضعیف تو ہوتا ہے بے عزت اور کمینہ نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بریلوی نادار اور ضعیف کو ہی کمینہ سمجھتے ہوں کیونکہ ان حضرات کی ساری توجہ دنیا کے مال و متاع ہی پر ہوتی ہے اسی دنیاوی متاع کیلئے اپنا ایمان بھی بگاڑا اور لوگوں کے ایمان بگاڑنے پر بھی تلے ہوئے ہیں۔ بے عزت، حقیر اور رسوا تو وہ ہوتا ہے جو جو بد عمل، بد کردار، بد عقیدہ ہو جو شخص غلط عقائد رکھتا ہو، غلط کام کرتا ہو بے عزت درسا وہی ہوتا ہے خواہ وقت اقلیم کی بادشاہت رکھتا ہو اور جو شخص خدا کے پسندیدہ کام کرتا ہو وہ خواہ کتنا کمزور و ضعیف کیوں نہ ہو بے عزت و حقیر نہیں ہوتا کہ ان اکرمہم عند اللہ اتفاقاً۔ غرض عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہر مخلوق چاہے وہ طاقتور ہو یا کمزور، دولت مند ہو یا نادار اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہوتی ہے جتنا کہ ایک موچی بادشاہ کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی عبارت میں بریلوی مولوی اکثر ”بڑا“، ”چھوٹا“ کے لفظ سے دھوکہ دیتے ہیں کہ بڑے سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ (جیسا کہ احمد سعید لکھنوی نے الحق المبین میں لکھا) حالانکہ چھوٹا بڑے سے مراد عوام اور بادشاہ بھی ہو سکتے ہیں، طاقتور اور کمزور بھی بڑا چھوٹا کہلائے جاسکتے ہیں، جب کہا جاتا ہے ”بڑا ملک چھوٹے ملک پر حملہ نہ کرے“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طاقتور ملک کمزور ملک پر

کرے، اسی طرح والد اور نادار پر بھی چھوٹے بڑے کا اطلاق ہو سکتا ہے، زیادہ عمروالوں اور کم عمروالوں کو بھی بڑا چھوٹا کہا جاتا ہے غرضیکہ چھوٹے بڑے کے بہت سے معنی مراد لئے جاسکتے ہیں مگر براہِ تعصب کا کہ بریلویوں نے ہر حال میں یہ رٹ لگانی ہے کہ نہیں بڑے سے مراد انبیاء ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ۔ اگر کفر ایسے ہی ثابت ہوتا ہے تو احمد رضا خان صاحب کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالاتیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
(حدائقِ بخشش: حصہ اول: ص: ۳۔ مدینہ پبلشنگ)

اب کوئی کہے کہ یہاں اس شعر میں اونچے سے مراد تو اولیاء اللہ ہیں اور اس اونچے سے بھی اونچوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں گویا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ معاذ اللہ انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیا کوئی بریلوی ہماری اس تشریح کو تسلیم کرے گا؟ ایک جگہ ایک بریلوی کے سامنے جب فقیر نے یہی شعر پیش کیا تو کہا کہ اعلیٰ حضرت نے دیگر مقامات پر بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا رتبہ سب سے اونچا ہے لہذا انبیاء اس شعر سے خارج ہیں میں نے فوراً کہا کہ اللہ کے بندے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو جگہ انبیاء کی شان و مراتب کو بیان کیا کیا وہ تجھے نظر نہیں آتی؟

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے سامنے ساری خلقت اس طرح ظاہر نہ ہو گویا وہ اونٹ کی بیگنی ہے۔“

(فوائد القواد: ص: ۲۲۳۔ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب)

پشاور کے معروف بریلوی عالم پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”تمام مخلوق میں وہ (یعنی ذواتِ قدسیہ انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) بھی شامل ہیں۔“

(اصول تکفیر: ص: ۱۹۷)

جواب دیں کیا اس اصول کے تحت ”ساری خلقت“ کے لفظ میں انبیاء مرسلین شامل نہیں؟ احمد رضا خان صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک تو انبیاء اولیاء اللہ تک مؤمنین اور دوسری مخلوق جو دینی اعتبار سے کسی عظمت کے لائق نہیں ان کے بدتر و ذلیل تو کفار مشرکین مثل وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین پھر باقی ضالین، اس قسم کی عبارتوں میں یہی دوسری قسم کی مخلوق مراد ہیں اور انبیاء اولیاء اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(ملخصاً۔ عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ص: ۱۱۸ تا ۱۲۱)

غور فرمائیں عبارت میں دور دور تک اس تقسیم کا کوئی ذکر نہیں مگر چونکہ اس عبارت پر فتویٰ لگانے پر مزارات کی آمدنی رکھنے کا اندیشہ تھا اس لئے اتنی دور کی کوڑی لائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں ہر مخلوق سے مراد وہ مخلوق ہے جن کی دینی اعتبار سے کوئی عظمت نہیں ان کے بدتر و ذلیل تو کفار مشرکین مثل رضا خانی، مرزائی اور شیعہ ہیں۔ اس عبارت میں مقصود انہی کو بیان کرنا ہے کہ بڑے سے مراد تو ان کے بڑے پیشوا جیسے احمد رضا خان صاحب

نعم الدین مراد آبادی صاحب، مرزا قادیانی اور چھوٹے سے مراد بعد کے جعلی پیر فقیر تو شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر ان جیسوں کو حاجت روا مشکل کشا اپنا نبی ماننا ایسا ہے کہ جیسے کسی بڑی ہستی کا منصب ان جیسے ذلیلوں کو دیا جائے۔ بریلوی حضرات سچ پاندہوں کیونکہ جب وہ اس عمارت میں انبیاء و اولیاء کو داخل کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں تو یہ مشق احمد رضا خان، نعم الدین اور دیگر بریلوی مشکل کشاؤں پر کیوں نہیں کی جاسکتی؟۔

دوسری گذارش

اس تفصیل کے بعد اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ مذکورہ بالا عبارت میں نہ تو انبیاء علیہم السلام اور نہ ہی اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی صراحت ہے نہ ذکر بلکہ مطلقاً ایک بات ہے اور انشاء اللہ آگے آئے گا کہ بعض اوقات اجمال کا حکم اور ہوتا ہے تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے۔ لیکن اگر بالفرض یہاں معترضین کے نزدیک گستاخی اس بنیاد پر ہے کہ بڑے، چھوٹے کو ذلیل کہا گیا اور یہ کفر اور گستاخی ہے تو پھر آخر یہ دشنام طرازیوں صرف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلاف کیوں؟ کیونکہ خود بریلوی بھی جن لوگوں کو اپنے اکابر میں میں شمار کرتے ہیں ان میں سے بعض کی عبارات میں تو انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ان کیلئے ”ذلیل“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

احمد رضا خان صاحب کی طرف سے حضور ﷺ کیلئے ”ذلت“ کے لفظ کا استعمال:

احمد رضا خان اپنے شاعرانہ مجموعے حدائق بخشش میں حضور ﷺ کے بارے میں ایک شعر یوں بیان کرتے ہیں:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۲۹، مدنیہ پبلشنگ کراچی)

غور فرمائیں کس واضح انداز میں یہاں حضور ﷺ کیلئے کہا جا رہا ہے کہ پہلے آپ ذلیل تھے معاذ اللہ ذلت میں تھے بعد میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کثرت ہوئی تو آپ کو عزت ملی۔ کیا نبی کریم ﷺ کا نام لے کر ان کو ذلت والا کہنا ان کی توہین نہیں۔؟؟؟ نصیر الدین گوڑوی بریلوی پر جب اسی قسم کا ایک اعتراض ہوا تو احمد رضا خان کے اسی شعر کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس محولہ بالا شعر میں کس عزت اور کس ذلت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کیا ان کو شان

رسالت کا علم نہ تھا کہ انھوں نے ذلت کی نسبت آپ کی ذات عالیہ کی طرف

کردی، کیا وہ آپ کے نزدیک فتویٰ گستاخی کی زد میں نہیں آتے؟ اگر نہیں تو کیوں“۔

(لطیف الغیب علی ازالہ الريب، ص ۴۲، مہر یہ نصیر یہ پبلیشرز گولڑہ)

اب ہم یہاں بریلویوں سے وہی مطالبہ کرتے ہیں جو نصیر الدین گوڑوی نے کیا اور کیا یہی خوب کہا کہ:

اگر آپ کے نزدیک ذات انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلت یا رسولی کا انتساب یا یہ

عقیدہ رکھنا کہ اس طبقے پر بھی بصورت امتحان ذلت آسکتی ہے انبیاء کی گستاخی ہے تو

لیجئے سب سے پہلے آپ مولانا احمد رضا خان پر گستاخی کا فتویٰ دانیجیہ اور جس بے باکی

سے آپ کے اصحاب قلم نے مجھ پر دہائیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے

ہیں، خدا را ایسی ہی حق گوئی کا مظاہرہ ذرا فاضل بریلوی کے حق میں بھی کر دکھائیں۔ مگر وہ بھی کتابی صورت میں، اور آج کے بعد شیعوں پر بھی اسی طرح فاضل بریلوی کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں، جس طرح میرے لئے زحمت فرمایا کرتے تھے۔“ (ایضاً، ص ۴۳)

قارئین کرام!!! اور اہل انصاف بریلوی اس عبارت کو فور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پوچھئے بریلوی حضرات سے کہ کیا وجہ ہے کہ اپنے بڑوں کی ان عبارتوں کو تو آپ نے چھپا رکھا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کی صراحت کر کے ان کو ذلت کا شکار کہا ہے اور شاہ صاحب کی عبارت جس میں کسی ولی یا نبی کی صراحت نہیں اس کے خلاف ہر چھوٹے بڑے بریلوی کی گز بھر زبان نکلی ہوئی ہوتی ہے۔؟؟؟ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟؟؟ کیا یہ جھٹ جھٹ ضد اور ہٹ دھرمی نہیں۔؟؟؟

اسرار قادری کا حوالہ:

صاحبزادہ الحاج غلام جیلانی سلطان صاحب کی اجازت اور اہتمام سے حضرت سلطان باہو کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے اس کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:

آدم علیہ السلام کی ذلت شہوت کی وجہ سے تھی

(اسرار قادری، ص ۶۰ شیر برادرز)

معاذ اللہ عبارت کو بار بار پڑھیں اور پوچھئے بریلوی حضرات سے کہ کیا کسی عاشق رسول ﷺ نے کبھی اس کتاب اس کے شائع کرنے والوں اور اس کو پڑھ کر اب تک خاموش رہنے والوں کے خلاف بھی قلم اٹھایا۔؟؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر یہ کھلی منافقت کیوں۔؟؟؟ یہ گستاخی کے فتوے صرف اللہ تعالیٰ پر کیوں۔؟؟؟

صاحب جلالین کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام کیلئے ذلیل کا لفظ استعمال کرنا:

صاحب جلالین جو بریلوی حضرات کے ہاں بھی مسلم مفسر ہیں سورہ طہ کی آیت ان کل من فی السموت والارض اتی الرحمن عبداً کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ذلیلًا خاضعاً یوم القیامۃ منہم عزیز و عیسی۔ (جلالین، ص ۲۶۰)

بریلوی جواب دیں اگر تقویۃ الایمان کی عبارت گستاخانہ ہے تو اس سے بڑھ کر سخت عبارت ہم نے جلالین سے ثابت کر دی تمہارے قلم ان کے خلاف کیوں نہیں چلتے؟؟؟۔ کہاں گئے تمہارے عشق رسول کے دعوے۔؟؟؟

مولوی نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں کہ:

”قرہقہم ذلۃ نیز ارشاد باری تعالیٰ ان الذین اتخذوا العجل سینالہم غضب من ربہم و ذلۃ ان آیا بیانات پر نظر نہیں پڑی اور غور نہیں کیا کہ ان آیات میں ذلت کا لفظ کن معنوں میں آیا ہے۔ جلد از جلد تو یہ کریں اور بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے اور گستاخوں کی وکالت کرنے سے باز آجائیں۔“

(عبارات کا برکات تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۱۱۳)

تو یہی سوال ہم بریلویوں سے بھی کرتے ہیں کہ صاحب جلالین کی عبارت میں ”ذلیلا“ کس معنی میں آیا ہے اگر کہو کہ ولقد نصرکم اللہ بדר وائتم اذلہ میں جس معنی میں آیا ہے وہی یہاں ہیں تو کیا بریلویوں کی نظر سے یہ آیات نہیں گزریں جن کا ذکر سیالوی نے کیا اگر گزریں ہیں تو اب فوراً تو یہ کریں اور گستاخی کی وکالت سے باز آجائیں۔ جس اصول سے صاحب جلالین کی عبارت کو ان آیات سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا انشاء اللہ اسی اصول سے تقویۃ الایمان کا استثناء بھی پیش کر دیا جائے گا۔

اگر بریلویوں کے یہ فتوے واقعی عشق رسالت کی بنیاد پر ہیں تو کریں ہمت اور لگائیں ایک عدد فتویٰ صاحب جلالین پر، لکھیں ایک کتاب اس عبارت کے خلاف، منعقد کریں ایک جلسہ صاحب جلالین کی گستاخی پر، لیکن یہ لوگ ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی روزی روٹی تو علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ ہم جلالین کی اس عبارت کا ترجمہ نہیں کر رہے اور ترجمہ بریلوی حضرات پر چھوڑ رہے ہیں جو ترجمہ اس عبارت کا بریلوی حضرات کریں گے جو مطلب یہ بیان کریں گے وہی ترجمہ اور وہی مطلب ہماری طرف سے تقویۃ الایمان کی عبارت کا مان لیں

ماکان جوابکم فہو جوابنا

تفسیر نسفی کا حوالہ

اسی آیت کی تفسیر میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد بن نسفیؒ فرماتے ہیں:

ای خاضعا، ذلیلا منقادا۔ (تفسیر نسفی ج ۲ ص ۳۵۴، دار بن کثیر بیروت)

اور ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ان آنے والوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام بھی ہیں تو اب کیا فتویٰ ہے بریلوی حضرات کا علامہ نسفیؒ پر۔۔۔؟؟؟
صاحب سبع سنابل کا حوالہ:

سبع سنابل بریلوی اکابرین کے ہاں مستند اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول کتاب ہے اس کا ترجمہ مفتی خلیل خان برکاتی نے کیا اس میں قرآن پاک کی آیت ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ میں تضرعاً کا ترجمہ ذلت کا خواری کرتے ہیں۔

(سبع سنابل، ص ۲۵۶ حادہ اینڈ کمپنی، لاہور)

بریلوی حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ کیا اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تمام اولیاء اللہ، فقہاء محدثین، اور خود نبی کریم ﷺ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے اگر ہاں تو کیا ان کیلئے دلیل اور خوار کا لفظ استعمال کر کے برکاتی صاحب کا فرگستخ اور بے ادب ٹھرتے ہیں یا نہیں۔۔۔؟؟؟

اوراق غم کا حوالہ:

اوراق غم کے مصنف احمد رضا خان کے خلیفہ ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:
”وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے۔ وہ آدم جو متوجہ تاج عزت تھے آج شکار تیر ذلت ہیں۔“

(اوراق غم، ص ۲ منظور عام سلیم پریس لاہور)

رضائے مصطفیٰ کا حوالہ

حضرت عمرؓ نے عرض کیا: پھر ہم دین میں ذلت کیوں گوارا کریں؟۔ (رضائے مصطفیٰ: ص ۶، اپریل ۲۰۱۲ء)
قارئین کرام! تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا گیا تھا اس میں نہ تو کسی نبی کی صراحت ہے نہ ولی کی جبکہ ہم نے مندرجہ بالا حوالہ جات میں ثابت کر دیا کہ احمد رضا خان، پیر نصیر، مولوی ابوالحسنات، صاحب جلالین، اسرار قادری، سید سناہل، تفسیر نسفی میں انبیاء علیہم السلام بلکہ نبی کریم ﷺ کا نام لیکر ان کے لئے ذلت اور ذلیل کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ پس اگر یہ کفر اور گستاخی ہے تو یہ حضرات صاحب تقویۃ الایمان سے کہیں بڑھ کر گستاخ اور بے ادب ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ بریلوی حضرات پھر بھی ان کو اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں؟ آج تک ایک چھوٹا سا کتابچہ، چند منٹ کی تقریر ان گستاخیوں کے خلاف نہیں لکھی گئی نہ کہی گئی؟ اگر یہ عبارتیں گستاخانہ نہیں تو صاحب تقویۃ الایمان کیوں گستاخ ٹھہرے۔؟؟؟ تقویۃ الایمان کی عبارت کس طرح گستاخی بن گئی۔؟؟؟

بریلویوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
اعتراض اوروں پر اپنی خبر نہیں

تیسری گزارش :

قارئین کرام! یہاں یہ بات بھی قابل غور و لائق توجہ ہے کہ اگر بالفرض معاذ اللہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کی توہین ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احمد رضا خان نے تقویۃ الایمان لفظ بلفظ پڑھی اس کے خلاف کتابیں بھی شائع کی ہیں مگر کہیں بھی احمد رضا خان نے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی۔ چنانچہ تمہید ایمان میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”علمائے سلطانین انہیں (شاہ صاحب کو) کافر نہ کہیں یہی صواب ہے و هو الجواب

و بہ یفتی و علیہ الفتوی و هو المذہب و علیہ الاعتماد و فیہ السلامة

و فیہ السداد“۔ (تمہید ایمان، ص ۵۳، مکتبۃ المدینہ)

اسی طرح الکوئبۃ الشہابیہ جو خاص حضرت شاہ صاحب کے خلاف لکھی اس کے آخر میں بھی واضح الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے اور اس باب میں اپنی زبان کو ان کی تکفیر سے روکتے ہیں ملاحظہ ہو: (الکوئبۃ الشہابیہ، ص ۶۰، مطبوعہ لاہور)

جبکہ دوسری طرف وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ

کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

(تمہید ایمان، ص ۳۶)

غور فرمائیں یہاں صاف طور پر احمد رضا خان نے فتویٰ دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس پر اجماع نقل کیا ہے اس لئے فقہاء و متکلمین کی

تقسیم کرنا باطل ہوا، پس اگر معاذ اللہ صاحب تقویۃ الایمان گستاخ ہیں تو یقیناً معاذ اللہ کافر بھی ہونگے مگر دوسری طرف احمد رضا خان ایسے گستاخ کو مسلمان ماننے کی وجہ سے خود کافر ہو گئے ہیں۔ لہذا اگر تقویۃ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت گستاخانہ ہے تو پہلے احمد رضا خان کے ایمان اور کفر پر بحث ہوگی جو اس عبارت کے لکھنے والے کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔ اور اگر احمد رضا خان کو اپنے ہی اقراری کفر سے بچانا ہے تو لامحالہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو بے غبار تسلیم کرنا پڑے گا۔

حضرت شاہ صاحب کی کراہت تو دیکھنے کے جیسے ہی باطل پرستوں نے ان کے خلاف زبان درازی خود ان باطل پرستوں کے امام وعدہ معاف گواہ بن کر آگئے اور یہ گواہی دے دی کہ حضرت شاہ صاحب گستاخ نہیں بلکہ مسلمان اور اہل لہ لہ اللہ ہیں۔

تکفیر مسلم ہی ہے جن کا مشغلہ تم دیکھنا

عقربان کا بھی اب یومِ حساب آجائے گا

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تکفیر اس وجہ سے نہیں کہ شاہ اسماعیل شہید کو ان عبارت کا کفر ہونا معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ التزام کفر سے بچ گئے حالانکہ شفا شریف میں ہے کہ کسی نے نبی ﷺ کی گستاخی کی اور پھر کہا کہ مجھے علم نہ تھا کہ کافر ہو جائے گا ہرگز جہالت کا عذر مسموع نہ ہوگا اور اس کی سزا اٹل ہی ہوگی۔ (شفاء شریف ج: ۲ ص: ۱۲۲) ایک تاویل یہ بھی کرتے ہیں کہ احتمال تھا کہ یہ عبارت شاہ صاحب کی نہیں حالانکہ احمد رضا خان نے الکوۃ الشہابیہ میں چیخ چیخ کر کہا ہے کہ یہ گستاخیاں شاہ اسماعیل شہید ہی نے کی ہیں۔ احمد رضا خان صاحب کو بچانے کیلئے لزوم و التزام کی آڑ میں بریلوی حضرات نے جو گل کھلائے ہیں وہ خود ایک مستقل مضمون کا مقتضی ہے اگر اس جواب کے جواب الجواب میں کسی بریلوی نے ان باتوں کو بیان کرنا چاہا تو پھر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

آخری گزارش

مصطفیٰ رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

”یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص و توہین شان رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی۔ وجہ کیا ہے کہ اشرف علی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسماعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خباء کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لیا ہو۔“

(حاشیہ ملفوظات اعلیٰ حضرت (تحریف شدہ) ص: ۱۷۲: مکتبۃ المدینہ)

اس ایڈیشن پر الیاس قادری عطاری صاحب کی تقریظ موجود ہے اور اسے دعوت اسلامی کی مجلس مدینۃ العلمیہ نے شائع کیا ہے جو بریلوی مفتیان و علماء پر مشتمل بورڈ ہے۔ یہاں حاشیہ نگار نے متکلمین کا نام استعمال کر کے خان صاحب کو بچانے کی جو ناکام کوشش کی ہے فی الوقت اس کا رد مقصود نہیں صرف اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ

مصطفیٰ رضا خان کہنا چاہ رہے ہیں کہ متکلمین کے ہاں اگر کسی عبارت میں ایسی تاویل ہو سکتی ہے جو کفریہ نہ ہو جس کی وجہ سے قائل پر کفر کا فتویٰ نہیں لگتا ہے تو ہم اسی تاویل کو اختیار کر کے کفر کا فتویٰ نہ دیں گے۔ اب ہم پوری جماعت رضویہ سے سوال کرتے ہیں کہ آخر وہ کونسا صحیح مفہوم ہے جو اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے جس کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا؟ اور احمد رضا خان، ان کے بیٹے اور دعوت اسلامی کے ذمہ داران نے اسی صحیح تاویل کو اختیار کر کے فتوائے تکفیر سے اعراض کیا؟۔ بریلوی حضرات اس تاویل کی وضاحت کریں اور ساتھ میں یہ بھی جواب دیں کہ آج کل کے جو بریلوی ان عبارات میں کسی بھی قسم کی تاویل نہ مان کر احمد رضا خان کے دین و ایمان سے پھر گئے ہیں کیا وہ مسلمان رہے ہیں یا نہیں؟

- الحمد للہ ہم نے اس مختصر وضاحت سے ثابت کر دیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب کے عین مطابق ہے اور خود مخالفین کے ہاں بھی اس عبارت میں کفر کا معنی مراد نہیں لیا جاسکتا جس کی وجہ سے وہ تکفیر بھی نہیں کر رہے ہیں پس انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر یہ گستاخی ہے تو پہلے فتویٰ قرآن و سنت اور ان بزرگان دین اور بریلوی اکابر کے خلاف لگنا چاہئے حضرت شاہ صاحب تو محض ان کے مقلد کہلائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ بھی لکھ سکتے ہیں

ادارہ نور سنت قول قلندر، حاصل مطالعہ، تبصرے، ایمان کے ڈاکو، حالات موجودہ، خبریں، سنت کا نور، رضا خانیاں، تہریک تحسین، آپ کے خطوط، تعارف علماء اہلسنت، نکتہ چینی، اور اس جیسے دیگر اہم اور ضروری سلسلوں کو شروع کر رہا ہے۔ قارئین نور سنت بھی اگر ان سلسلوں میں شامل ہونا چاہیں تو اپنے خطوط ہمیں ارسال کریں، انشاء اللہ قابل اشاعت مضامین و مقالات مجلہ نور سنت میں اپنی جگہ خود بنائیں گے۔

ادارہ

رابطہ کیلئے: 0312-5860955

☆☆☆

القواعد المفيدة لمعرفة البدعة

بدعت کی پہچان - (قسط سوم)

مفتی ابوقادہ نقشبندی

(یہ قاعدہ دوسرے قاعدے کی مزید وضاحت کیلئے ہے)

تیسرا قاعدہ

عدم وجود الفعل في خير القرون مع وجود المقتضى و انتفاء المانع.
آقاؑ کا کسی فعل کا نہ کرنا باوجود اس کے کہ اس فعل کا مقتضی بھی ہو اور کوئی مانع بھی نہ ہو یہ دلالت کرتا ہے کہ ایسے فعل کا کرنا بدعت سیئہ ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین کا مقتضی کے باوجود کسی فعل کا نہ کرنا جبکہ مانع بھی نہ ہو اس فعل کے بدعت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح:

خير القرون سے مراد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ مبارکہ، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ ہے۔ مقتضی سے مراد کسی بھی فعل کی علت (وجہ) ہے جو قافضہ کرتی ہے اس بات کا کہ وہ فعل یا کام کیا جائے۔ انتفاء مانع سے مراد یہ ہے کہ اس فعل یا کام کرنے میں کسی رکاوٹ کا نہ ہونا۔

آسان الفاظ میں

اگر کوئی کام ایسا ہو کہ خیر القرون (دور نبویؐ، دور صحابہ کرام اور دور تابعین) میں بھی اس کام کے کرنے کی وجہ موجود تھی اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی اس کے باوجود اس کام کو نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے کام کرنا اس بدعت میں اس بدعت میں داخل ہے جس کے بارے میں احادیث میں وعیدیں آئی ہیں۔ اس قاعدے کے دو حصے ہیں۔
(۱) آقاؑ کا کسی فعل کو نہ کرنا۔ (۲) صحابہ تابعین کا نہ کرنا۔ اسی اعتبار سے مثالیں اور حوالہ جات آگے آئیں گے۔ اس قاعدے کو سمجھانے کیلئے تین مثالیں عرض کرتا ہوں۔

پہلی مثال

عید میلاد منانہ کی علت اور مقتضی آقا علیہ السلام کا یوم ولادت ہے (بقول بریلویوں کے) اب یہ علت خیر القرون میں بھی تھی اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی۔ اس علت کے پائے جانے کے باوجود خیر القرون میں اس فعل کا وجود نہیں پایا گیا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس فعل (مروجہ عید میلاد) کا منانا بدعت سیئہ ہے۔

دوسری مثال

خیر القرون میں صحابہ کرام مقلوب مبارکہ کے پیارے آقا علیہ السلام کی محبت کی برکت سے ایک ہی مجلس میں تہذیب کے اعلیٰ ترین درجات طے کر جاتے تھے تابعین کے زمانے میں یہ انوار امت نسجتا کم ہوئے زمانہ نبوی سے دوری کے باعث وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ گناہوں کے شیوع اور زمانہ نبوت سے کافی دوری کے سبب اب داؤں کی وہ کیفیت نہ

رہی جو پہلے تابعین کی تھی اب مقتضی پیدا ہوا علت بعد کے زمانے میں وجود میں آئی کہ دلوں کے رنگ کو دور کرنے کیلئے اذکار بطور دوا کے کرائے جائیں چنانچہ صوفیاء کرام کے اسباق مدون ہونا شروع ہوئے، صحابہ کرامؓ اور تابعین کو ذکر کی ضرورت لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ تقاضا ہمارے دور میں پیدا ہوا۔ چونکہ اس کا مقتضی خیر القرون میں نہ تھا اب پیدا ہوا اس لئے اہل تصوف کے اسباق جو بمنزلہ دوا کے ہیں اپنی ذات کے اعتبار سے مقصود نہیں تجویز کئے اس لئے بدعت نہیں کیونکہ مقتضی خیر القرون میں نہ تھا لہذا غیر مقلدین کا تصوف کو بدعت کہنا درست نہیں۔

تیسری مثال

بیس رکعت تراویح کا مقتضی دور نبوی ﷺ میں موجود تھا مگر آقا علیہ السلام نے پورا مہینہ اس لئے باجماعت ادا نہ فرمائی کیونکہ مانع موجود تھا کہ کہیں فرض نہ ہو جائے آقا ﷺ کے وصال کے بعد یہ مانع ختم ہو گیا۔ چنانچہ بیس رکعات تراویح سنت کہلائی۔

حوالہ جات

اس قاعدے کے حوالے سے عبارات ملاحظہ ہوں:

(۱) خیر القرون میں کئی فعلی کلمے نہ ہونے کی وجوہات پر شیخ رومی روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”عدم وقوع الفعل فی الصدر الاول لیس الالعدم الحاجة الیہ او

ولود مانع منه او لعدم التنبہ لہ او للتکاسل عنہ او لکراهیۃ و عدم

مشروعیۃ والاولون متغیان فی العبادات البدنیۃ المحضۃ لان الحاجة

الی القرب الی اللہ تعالیٰ بالعبادۃ لاتنقطع و بعد ظهور الاسلام و غلبۃ

اہلہ لم یکن منها مانع و کذا عدم التنبہ لہا او التکاسل عنہا منتف

ایضا اذ لا یجوز ان یظن ذالک للنبی ﷺ و جمیع اصحابہ رضی اللہ

عنہم فلم یبق الا کونہا بدعۃ مکروہۃ غیر مشروعۃ“

(مجالس الارباب: ص ۱۵۰)

(۲) فان کان السبب امر قد حدث بعد النبی ﷺ فحینئذ

یجوز احداث ما تدعو الحاجة الیہ کظم الدلائل فان السبب الداعی

الیہ ظهور الفرق الضالۃ فانہم لما لم یتظہروا فی عہدہ ﷺ لم یتحتج

الیہ و ان کان المقتضی لفعلہ موجودا فی عصرہ ﷺ لکن ترک

لعارض زال بموتہ ﷺ فکذا لک یجوز احداثہ کجمع القرآن، فان

المانع منه فی حیاتہ ﷺ کون الرحی لا یزال ینزل فیغیر اللہ تعالیٰ ما

یشاء فزال ذالک المانع لموتہ ﷺ و اما ما کان المقتضی لفعلہ فی

عہدہ ﷺ موجودا من غیر وجوب المانع منه و مع ذالک لم یفعلہ

ﷺ فاحداثہ تغیر لدین اللہ تعالیٰ اذ لو کان فیہ مصلحۃ لفعلہ ﷺ

او حدث عليه و لما لم يفعله ﷺ و لم يحدث عليه علم انه ليس فيه مصلحة بل هو بدعة قبيحة سيئة“.

(محاسن الابرار ص ۱۵۲)

(۳) علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ:

”ان يسكت الشارع عن الحكم الخاص او يترك امرا ما من الامور و موجه المقتضى له قائم و سببه في زمان الوحي و فيما بعده موجود ثابت الا انه لم يحدد فيه امر زائد على ما كان من الحكم العام في امثاله ولا ينقص منه لانه لما كان المعنى الموجب لشريعته الحكم العقلي الخاص موجودا ثم لم يشرع و لا نيه على السيط كان صريحا في ان الزائد على ما ثبت هنالك بدعة زائدة“ (الاعتصام: ج ۱ ص ۲۸۴)

(۳) شیخ علی محفوظؒ لکھتے ہیں:

”و وجه كونه بدعة عنده ان السكوت عنه مع قيام المقتضى بفعله اجماع من كل سأكت على انه زائد على ما كان اذ لو كان ذلك لاتفقا شرعا لفعلوه فهم كانوا الحق باذراكه و اسبق الى العمل به“.

(الابارغ في المضاد لا بتداع ص ۳۲)

(۴) علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں کہ:

”هذا هو الذي ينبغي ان تحمل عليه افعال السلف من الصحابة و التابعين فهم خيار الامة“ (مقدم ابن خلدون ص ۲۱۸)

(۵) علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ:

”الصحيح ان قرنه ﷺ الصحابه رضی اللہ عنہم و الثامن التابعون و الثالث تابعوهم“ (شرح مسلم: ج ۲ ص ۳۰۹)

(۶) علامہ ابوشامہؒ ملأ الرعاب کے بدعت ہوئے پر لکھتے ہیں کہ:

”ان العلماء الذين هم اعلام الدين و ائمة المسلمين من الصحابة و التابعين و تابعي التابعين و غيرهم ممن دون الكتب، في الشريعة مع شدة حرصهم على تعليم الناس الفرائض و السنن لم ينقل عن واحد منهم انه ذكر هذه الصلوة و لا دونها في كتابه و لا تعرض لها في مجلسه و العادة تحيل ان تكون مثل هذه سنة تغيب عن هؤلاء الذين هم اعلام الدين و قدوة المؤمنين“.

(الباعث على انكار البدع و الحوادث ص ۱۳۲)

(۷) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

”فان هذا لم يفعلہ السلف مع قیام المقتضی له عدم المانع منه والو
کان هذا خیرا محضا او راجحا لکان السلف احق به منا“.

(اقتضاء الصراط المستقیم: ج ۲: ص ۶۱۴)

ابن تیمیہ پر درج ذیل بریلویوں نے اپنے اعتماد کا اظہار کیا ہے:

- (۱) پیر نصیر الدین گوڑ دی (۲) مولانا ابوالحسن مجددی (۳) صاحب زادہ عمر میر بلوی۔
اس قاعدے کے حوالے سے اور بھی عبارات ہیں طوالت سے بچنے کیلئے ترک کر رہا ہوں۔ ان حوالہ جات سے
درج ذیل امور واضح ہوتے۔

(۱) وہ افعال جو بدعت نہیں

مگر بریلوی انہیں بدعات کے کھاتے میں ڈال کر بدعت حسنہ پر دلیل دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

- (۱) نقیصہ کی تدوین بدعت نہیں۔ کیونکہ مقتضی بعد میں پیش آیا۔
(۲) فقہ، اصول فقہ، نحو، صرف، علم کلام اور دیگر علوم کی تدوین بدعت نہیں کیونکہ ان میں سے بعض اشیاء کی
تدوین کا تقاضا بعد میں پیدا ہوا۔

(۳) قرآن مجید پر اعراب لگانا، اور قراتوں کا مدون ہونا مقتضی کی وجہ سے ہوا اس لئے بدعت نہیں۔

(۴) درس نظامی کی تدوین مدارس کا قیام، وفاق المدارس کے امتحان، وغیرہ سب وہ امور ہیں جن کے
مقتضی بعد میں پیدا ہوئے اس لئے کوئی شے بدعت نہیں۔

(۵) تقابلی فرق باطلہ کے کورس جیسے رد بریلویت، رد قادیانیت کورس قطعاً بدعت نہیں کہ مقتضی یعنی یہ فرق
باطلہ بعد میں وجود میں آئے۔

یہ ساری تفصیل اس لئے لکھنی پڑی کہ دور حاضر میں بریلویوں نے اپنی بدعات سید کو سہارا دینے کیلئے
ان امور پر قیاس کیا کہ جن پر یہ بدعت تم کرتے ہو تو یہ بدعت حسنہ ہے حالانکہ یہ سب امور قطعاً بدعت نہیں چہ
جائیکہ بدعت حسنہ کی مصنوعی تقسیم میں داخل ہوں فیض احمد اویسی اور مولوی احمد یار نسیمی کو شدید مغالطہ لگا کہ اویسی
صاحب نے تو حماقت کی انتہاء کرتے ہوئے بدعات القرآن، بدعات صحابہ، بدعات مساجد جیسی کتابیں لکھ دیں
اور نسیمی صاحب بھی جاء الحق میں بھی کچھ لکھتے رہے۔

اب آئے دوسرے پہلو کی طرف کہ اس قاعدے کے تحت کون کون سے امور بدعت سمجھ جتے ہیں۔

(۱) مروجہ عید میلاد النبی ﷺ کہ اس کا مقتضی بھی خیر القرون میں تھا اور مانع بھی کوئی نہ تھا اس لئے بدعت
سید ہے۔

(۲) مروجہ دعا بعد الجنازہ کہ اس کا مقتضی بھی موجود تھا اور مانع بھی کوئی نہ تھا۔

(۳) اجتماعی فاتحہ اور مروجہ ایصال ثواب کہ مقتضی خیر القرون میں تھا اور مانع بھی نہ تھا اس لئے بدعت ہے۔
(جاری ہے)

میں احاطہ دیا جاتا ہے:

تبصرہ

نوٹ: تبصرہ کیلئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

کتابوں پر تبصرہ سرسری مطالعہ کے بعد کیا جاتا ہے لہذا ادارے کا کتاب کے تمام مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہدیہ بریلویت، بریلویت اور رضا خانیت صرف ایک فرقہ ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑا فتنہ بھی ہے جو اسلام کی بڑی کھوٹی کرنے پر تلے ہوا ہے آئے دن نئی بدعات بنانا کر اور پھر انہیں ترویج دینے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف عمل ہے نئے نئے عقائد ایجاد کر کے پھر ان کے لئے لچر اور بے ہودہ دلائل قائم کرنے کی ناکام سعی میں لگن ہیں۔ آقائے نامدار دو جہان کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس پر بریک جملہ اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں عوام کے ایمان کو لوٹ رہا ہے۔ شرک کی آندھی اور بدعات کی ظلمت کو عوام پر مسلط کئے ہوئے ہیں ایسے میں کچھ لوگ اس طوفان بے تیز کے آگے بل باندھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہی میں سے ایک ہمارے محترم دوست مولانا مفتی محمد مجاہد صاحب حفظہ اللہ بھی ہیں۔

ان کی تحریر و جمع کردہ کتاب ”ہدیہ بریلویت“ اس وقت میرے پیش نظر ہے جس میں انہوں نے بریلویہ پر کئے جانے والے مطالعہ کو یکجا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور تمام مٹے اور اہم حوالا جات کو ذکر کیا ہے۔ بریلویت اتنا چھوٹا فتنہ نہیں کہ اسے ۵۵۲ صفحات کی کتاب میں جمع کر دیا جائے بلکہ اس پر لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا لیکن اب بھی اس فتنہ کے خدو خال کا تذکرہ تشہیح تکمیل ہے۔

میرے سامنے اس کے دو نسخے ہیں ۱۔ ادارہ تحقیقات اہل سنت لاہور جو کہ 552 صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲۔ دوسرا دارالانعم لاہور کا شائع کردہ ہے جس کے صفحات ۵۳۷ ہیں۔ صفحات تو دونوں کے ہم قیمت معلوم ہوتے ہیں لیکن آخر الذکر کا ٹائپل و کش ہے۔ نیز پر شکم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ بھی موجود ہے جبکہ کتابت کی غلطیوں سے بھی کافی حد تک پاک ہے۔ اول الذکر پر سن اشاعت ۲۰۱۲ لکھا ہوا ہے اور دوسرے پر ۶ ستمبر ۲۰۱۲ لکھا ہوا دارالانعم کا چھاپا بعد کا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پوزنگ کی چند غلطیاں ہونے کے باوجود کتاب انتہائی معلوماتی اور زیادہ مطالعہ کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ قارئین اس کتاب کو ضرور خریدیں۔ ان شاء اللہ تعظیم بریلویت میں بڑی معاون کتاب ثابت ہوگی۔ اللہ مؤلف اور ناشرین اور معاونین کی محنت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

کتاب حاصل کرنے کیلئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔ 0312:5860955

☆☆☆☆☆☆☆☆

گوہر شاہیت اور قادیانیت اسلام کی عدالت میں: انگریز تو ہندوستان سے بوری ہسٹر گول کر گیا لیکن اس دھرتی کے مسلمانوں کے چین، سکون اور ایمان و ایقان کو خراب کرنے کیلئے اپنے گندے انڈے چھوڑ گیا۔ اور جاتے جاتے اس نے ایسے ایسے فتنے جنم دیئے کہ جو آج ملت اسلامیہ کے لئے ناسور بنے ہوئے ہیں۔ ان فتنوں میں سے غیر مقلدیت، انکار حدیث، انکار جہاد، رضا خانیت، رافضیت، اور قادیانیت ہے۔ رافضیت کا فتنہ اگرچہ پہلے بھی موجود تھا لیکن خال خال ہی اس کو بھی پروان چڑھانے والا یہی ملعون انگریز تھا۔ اور قادیانیت جو

انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا علماء حق کی محنتوں سے زمین یوں ہورہا تھا۔ تو گجر خان کا ایک ملعون ریاض گوہر شاہی انگریز کی نمک حلائی کرتے ہوئے دعویٰ نبوت کرنے لگا۔

تھے دونوں ہی مرتد زندگی لیکن ایک دوسرے کی بگڑی ہوئی شکل زیر نظر کتاب ”گوہر شاہیت اور قادیانیت اسلام کی عدالت میں“ ۳۸۶ صفحات پر مشتمل دونوں فتنوں کو سمجھنے کیلئے بہترین کتاب ہے جو کہ ہمارے انتہائی قابل قدر دوست مولانا محمد نواز فیصل آبادی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی کے مطالعہ اور تحقیق کا خلاصہ ہے۔ مولانا اس موضوع پر اور بھی بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

ملنے کے پتے۔ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔ مکتبہ القرآن اصیں پور بازار فیصل آباد۔

تقابل ادیان کورس پر علماء و اکابر کے تاثرات

فقیر اپنی طرف سے کامیاب کورس منعقد کرنے پر ادارہ نور سنت کی انتظامیہ اور نوجوان ساتھیوں کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے اللہ پاک دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

(استاذ العلماء مولانا منیر اختر احمد صاحب)

(۲) کراچی میں اس قدر بد امنی کے باوجود اتنے طلباء کا ایک چھت تلے جمع ہونا واقعہ ادارے کے کارکنان کے اخلاص اور تڑپ کا منہ پولاتا ثبوت ہے۔ (فاریح بریلویت مولانا ابوالیوب قادری صاحب)

(۳) اداوان تقابل ادیان کورس کے اس اختتام پر بندہ اپنی طرف سے انجمن کے تمام ارکان، منتظمین اور اساتذہ کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔ (فخر الاماثل حضرت مولانا قاری رہنواز زبخی صاحب)

(۳) بندہ الملتحق میڈیاسروس اور رضا خانی ڈاٹ کام کی انتظامیہ، کارکنان، اور ممبران کی طرف سے کامیاب تقابل ادیان کورس کے پراسن انعقاد پر ادارہ نور سنت کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔ (محترم ساجد خان نقشبندی)

(۴) بندہ دل کی گہرائیوں سے ادارہ نور سنت کو کامیاب کورس کرانے پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔

(مفتی نجیب اللہ عمر)

حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ

مشکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھسن صاحب مدظلہ العالی کی معرکتہ الآراء کتاب منگوانے کیلئے رابطہ کریں: 03125860955

اشتہارات دیجئے

ملک بھر میں کثیر تعداد میں پڑھا جانے والا رسالہ دو ماہی ”نور سنت“ میں اپنے
جائزہ کاروبار کا اشتہار دیجئے اور تجارت میں ترقی کیجئے۔ ادارہ

نرخ نامہ

8000/-	رنگین	ایک ٹائٹل
8000/-	رنگین	ٹائٹل کے اندر
5000/-	رنگین	ایک ٹائٹل کے اندر
3000/-	ایک اینڈوائٹ	ٹائٹل کے اندر
3000/-	ایک اینڈوائٹ	ایک ٹائٹل کے اندر
2000/-	ایک اینڈوائٹ	اندر پورا ایک صفحہ
1000/-	ایک اینڈوائٹ	آدھا صفحہ

منجانب: ادارہ نور سنت

رابطہ: 0312-5860955



رائیونڈ: 40 سال پرانی قبر میں مدفون مردے کا چہرہ تروتازہ، لوگ دیکھنے قبرستان پہنچ گئے

رائیونڈ (این این آئی) تبلیغی مرکز سے ملحقہ قبرستان میں قبر کھودنے کے دوران 40 سال پرانی گڑھوں والی قبر دریافت ہوئی جس میں مدفون مردے کا چہرہ زندہ شخص کی طرح بالکل تروتازہ پایا گیا۔ مردہ گڑھ کی آبادیوں سے سینکڑوں افراد دیکھنے کیلئے قبرستان پہنچ گئے۔ تبلیغی مرکز کے علمائے کرام سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اس شخص کی شناخت کو محلی رکنہوا بتایا کہ تبلیغی اجتماع کے دوران انتقال ہوا تھا۔

نقشِ محبت

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ملائک ساتھ ہیں دامن سنبھالے حرا سے آرہے ہیں کملی والے
 اُمُنڈ آئے ہیں بادل کالے کالے مرا ایمان ساقی کے حوالے
 تجھے، اے وحشتِ دل دینے والے دعائیں دے رہے ہیں دل کے چھالے
 چہار آفاق مجھ پر ہو گئے تنگ مجھے تو اپنی کملی میں چھپالے
 مرے ساقی بتقریب شب قدر دیے جا آج بھر بھر کر پیالے
 زکوٰۃ حسن جاناں بٹ رہی ہے گدائے عشق! قسمت آزمالے
 زہے چشمِ فسوں سازِ محبت پرائے کو بھی جو اپنا بنالے
 اندھیری شب ہے، رستہ گم ہے لیکن نظر آتے ہیں منزل کو اُجالے
 بہار آئی ہے، غنچے کھل رہے ہیں مرے دل! تُو بھی دو دِن مسکرا لے
 ٹھہراے مرگ، تھوڑی دیر دم لے حیاتِ جاودانی بھی تو آ لے
 نفیس اُن کی محبت نقشِ دل ہے نہ بھولیں گے سہارنپور والے

ہر مشکل میں کھو ”یا اللہ مدد“

ہر مرض کا علاج

حوالہ شافی، حوالہ کافی، حوالہ حکیم

پابندی نماز

﴿بشر طیکہ انسان اللہ جل شانہ پر اعتماد کر لے وہ بہتری فرمانے والا ہے۔﴾ (ابوالعاصم)

دیکھی انسانیت کا خدمت

مگر کام جائز ہو

ہر مشکل کا حل بہت جلد ہوگا



لا علاج مریض حضرات کے لیے

بمقام: شیخ العرب والجم سلطان المناظرین علامہ محمد عبدالستار تونسوی مدظلہ العالی
الامام اہل سنت حضرت مولانا

جو لوگ کالے علم کی زد میں ہوں اور مدت ہو گئی ہو چاہے وہ کسی بھی قسم کا ہو
اس کے توڑ کا مجرب نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔

دل کا مرض سینسر ہیپاٹائٹس مافیض کالاریکان فالج لکڑی کا تھنا ٹی بی

یا اس کے علاوہ کسی بھی قسم کا مرض ہو ان شاء اللہ پانچ مرتبہ دم کرنے سے بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔

نوٹ:

مریض مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا۔ مرض کسی بھی قسم کا ہو آپ کا مریض آپریشن سے بچ سکتا ہے۔
اگر آپ کا مریض سفر نہ کر سکتا ہو تو آپ فوری فون کر کے قاری صاحب کو بلا سکتے ہیں۔
ڈاکٹروں کی طرف سے لا علاج قرار دیئے گئے مریض قاری صاحب سے ضرور رابطہ فرمائیں۔
الحمد للہ اندرون و بیرون ملک کافی لوگ صحت یاب ہو کر دعائیں دے رہے ہیں۔

مرض روحانی ہو یا جسمانی، الجھن ذہنی ہو یا کاروباری
آپ بھی قاری صاحب سے آج ہی رابطہ کر کے اپنے مسائل بتائیں۔

رابطے کے لیے: خادم قرآن ابو محمد قاری مجیب الرحمن شامی

نزد جامع مسجدین بازار تحصیل خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاولپور پنجاب

0300-6987772 - 0305-7752310

عطیہ اشتہار: قاری قاضی عابد حسین مکہ مکرمہ، مفتی حسین احمد مدنی کشمیر

ہمارا ساتھ دیجئے

الحمد للہ! ادارہ علماء اہلسنت کی نادر و نایاب نیز
رد رضا خانیت کی کتب کی اشاعت کا کام کر رہا ہے۔
اس سلسلے میں الحمد للہ کئی کتب کی اشاعت ہو چکی ہے۔
مزید کتب کی اشاعت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ

تعاون

فرما کر ہمارے دست و بازو بنیں
اور ہمارے ساتھ اس کارِ خیر میں حصہ لیجئے

من جانب

ادارہ تالیفات اہلسنت والجماعت کراچی پاکستان

Contact: 0300-5860955